تفسیر رشیدی

رشحۂ قلم قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ

جس میں
حضرت قدس سرہ العزیز کے قلم سے
قرآن پاک کی بیس سورتوں کی مختلف آیات پر معرکۃ الآراء
تفسیر ہے جو ۱۳۰۴ھ میں آپ کی حیات میں شائع ہوئی تھی، اب اس میں
آپ کی تصانیف سے قرآنی آیات کی بے مثل تفسیر، قرآنی نکات اور
لطائف کا اضافہ مرتب کرکے قرآنی ترتیب پر علوم قرآنیہ پر
ایک قابل قدر اور ایک صدی پہلا خزانہ
پیش کیا جا رہا ہے

ترتیب و تشریح و ترجمہ
از قلم
مفتی عزیز الرحمٰن صاحب

ناشر
مکتبہ عبادیہ نہٹور

ملنے کا پتہ
مدنی دار التالیف بجنور یو پی

خلیق

تفسیر رشیدی

رشحۂ قلم

قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رح

جس میں حضرت قدس سرہ العزیز کے قلم سے قرآن پاک کی بیس
سورتوں کی مختلف آیات پر معرکۃ الآراء تفسیر ہے۔ جو ۱۳۰۴ھ میں
آپ کی حیات میں شائع ہوئی تھی۔ اب اس میں آپکی تصانیف
سے قرآنی آیات کی بے مثل تفسیر، نکات، اور لطائف کا
اضافہ کرکے علوم قرآنیہ پر ایک قابل قدر اور ایک صدی پہلا
خزانہ پیش ـــــــ کیا جارہا ہے

ترتیب و تشریح و ترجمہ

از قلم :- مفتی عزیز الرحمن صاحب

ناشر :- مکتبہ عبادیہ نہٹور

ملنے کا پتہ :- مدنی دارالتالیف بجنور - (یوپی)

جملہ حقوق محفوظ

تفسیر رشیدی — از حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رح

ترتیب و تشریح و ترجمہ — مفتی عزیز الرحمن صاحب

صفحات — ۱۰۴

ہدیہ

سن طباعت — ۱۳۹۰ھ

ناشر — مکتبہ عبادیہ۔ نہٹور۔ (یوپی)

ملنے کا پتہ:- مدنی دارالتالیف - بجنور (یوپی)

مطبوعہ:- اعلیٰ پرنٹنگ پریس دہلی

کتبہ:- عبدالحنان بجنوری

فہرست مضامین تفسیر رشیدیؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انتساب

قبر سے اُٹھ کے پُکاروں جو رشید و قاسم
لب کو دیں بوسہ مرے مالکِ رضواں دونوں

میں نہ تفضیل کا قائل، نہ مساوات کا ہاں
مجھ سے گمراہ کی ہدایت کو ہیں یکساں دونوں

عزیز الرحمٰن غفرلہٗ
مدنی دار الافتاء بجنور
۲ر محرم الحرام ۱۳۸۷ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابتدائیہ

حامداً و مصلیاً - اللہ تعالیٰ کی ان عنایات بے غایات کا شکریہ کس منہ سے ادا کروں جو اس فقیر پر ہیں۔ ان کا شمار دشوار تر ہے۔ حق یہ ہے کہ ان نعمتوں کی قدر دانی بھی ناممکن ہے چہ جائیکہ ادائیگی حق۔

اس حقیر نے کبھی کسی استاذ سے مضمون نویسی نہیں سیکھی۔ زمانہ طالب علمی میں بجز مطالعہ کتب کے، نہ کبھی تحریر کی طرف توجہ کی اور نہ تقریر کی طرف، شکر خدا کہ اس نے بولنا سکھایا اور لکھنا بھی۔

وربک الاکرم الذی علم بالقلم — وہی ذات جس نے قلم کے ذریعہ تعلیم دی

علم الانسان مالم یعلم۔ — اور انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا

ان ہی عنایتوں میں سے یہ بھی ہے کہ اس نے ہمیشہ مجھے اکابر کے حالات لکھنے کی توفیق عطا فرمائی۔ اور میرے ذہن کو اس طرف متوجہ رکھا۔ چنانچہ سب سے پہلے اپنے شیخ محترم حضرت مدنی رح کی سیرت "انفاس قدسیہ" لکھی۔ پھر "تذکرہ مشائخ دیوبند" لکھا۔ جو اب چند مرتبہ شائع ہونے کے بعد، بڑی ضخیم جلد میں شائع ہو چکا ہے۔ جس میں تمام مشائخ طریقت حلقہ دیوبند کے حالات ہیں۔ اس کے بعد حیات امام اعظم ابوحنیفہ رح، تذکرہ شیخ الہند رح، سیرت خیر العباد ترجمہ زاد المعاد اور سوانح حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رح لکھی یہ سب کچھ عنایات ربانی ہیں۔ ورنہ بندہ بہت بے کار ہے۔ خدا نہ چاہے تو کچھ نہ ہو۔ یہ سب ان کا کرم ہے جو نوع بنوع کے اشغال کے باوجود یہ سب کچھ کرا دیتے ہیں۔

ورنہ میں کیا۔ کوئی انسان بھی حرکت کرنے پر قادر نہیں ہے۔

ان ہی منجملہ عنایات میں سے ایک بڑی عنایت ربانی یہ بھی ہوئی کہ ۱۹۶۴ء میں ایک رسالہ جو بہت بوسیدہ ہو چکا تھا۔ جس کا سن طباعت ۱۳۰۴ھ تھا۔ مجھے مل گیا۔ یہ رسالہ حضرت گنگوہیؒ کی حیات ہی میں شائع ہو گیا تھا۔ کیونکہ حضرت کا وصال ۱۳۲۳ھ میں ہوا تھا۔ رسالہ کے مرتب حضرت مولانا محمد مظہر حسن صاحب مراد آبادی ہیں۔ دیباچہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

محمد مظہر حسن عفی عنہ بخدمت ناظرین رسالہ ہذا عرض کرتا ہے کہ اثنائے قیام گنگوہ میں اکثر مکاتیب حضرت مولانا موصوف مشتمل بر مضامین علمیہ بندہ کے پاس فراہم ہو گئے تھے۔ چونکہ اکثر احباب باقتضائے شوق طبعی مشقت نقل میں گرفتار اور بعضے بباعث قلت فرصت یا عدم مہارت تحریر اس فیض سے محروم تھے۔ لہذا اس عاجز نے چاہا کہ تنہا اس نعمت عظمیٰ سے متلذذ نہ ہوں۔ جملہ احباب کو اس دولت علم سے فیضیاب کروں۔ پس اولاً جو مکاتیب کہ متعلق کلام الٰہی تھے یا جن میں استدلال و استنباط لطیف کسی آیت شریف سے فرمایا تھا۔ تبرکاً و تیمناً ان کو مقدم رکھ کر طبع کراتا ہوں۔

اب ۱۹۶۴ء میں میری قسمت کا ستارہ جاگا اور ۱۹۶۶ء مطابق ۱۳۸۶ھ میں قریباً ۸۲ سال کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ نعمت میرے مقدر فرمائی تو اس کی ترتیب ثانی کا کام اپنے لئے باعث سعادت اور ذخیرہ آخرت تصور کرتے ہوئے تہی دامنی کے باوجود قلم اٹھا لیا۔

اس رسالہ کا نام لطائف رشیدیہ تھا جس میں قرآن پاک کی مختلف پندرہ سورتوں کی وہ آیات جن میں مشکل اور معرکۃ الآراء مباحث ہیں۔ جن

میں سے دو یا تین مکتوب تذکرۃ الرشید اور فتاوی رشیدیہ میں بھی شائع ہو چکے ہیں۔ مجھے جہاں تک معلوم ہے اب یہ رسالہ نایاب اور ناپید ہے۔ اسی میں، میں نے تلاش و تجسس کے بعد اضافہ کیا ہے۔ اور جو مضمون جہاں سے لیا ہے اس کا حوالہ دیا ہے۔ اور تمام مباحث پر مشتمل رسالہ کا نام تفسیر رشیدی رکھ دیا ہے۔

ترتیب تفسیر رشیدی میرا خیال ہے کہ یہ ترتیب بالکل جدید ہے اور کسی کی فکر رسا نے آج تک اس کو ہاتھ نہیں لگایا ہے۔ کیونکہ کتاب کو پڑھنے کے بعد اور اس کی فہرست ملاحظہ کرنے کے بعد یہی محسوس کیا جائے گا۔ کہ کتاب کو حضرت قدس سرہٗ ہی نے مرتب فرمایا تھا۔

ابتدائیہ کی ان چند سطروں کے بعد از اول تا آخر سب کچھ حضرت قدس سرہٗ ہی کا کلام ہے۔

شروع میں حضرت قدس سرہٗ کا مسلک خود ہی ان کے قلم سے ہے۔ اس کے بعد حضرت شیخ الہندؒ کے قلم سے منظوم کلام میں تعارف ہے۔ یہ قصیدہ حضرت شیخ الہندؒ نے حضرت گنگوہیؒ اور حضرت نانوتویؒ کی شان میں تحریر فرمایا تھا۔ اب اس کے دیکھنے کو نظریں ترستی ہیں۔ اس کے بعد حضرت قدس سرہٗ کے قلم سے مختصر ابتدائیہ بعنوان آداب القرآن ہے اور یہ بھی ماخوذ ہے لطائف رشیدیہ میں یہ نہیں تھا۔

لطائف رشیدیہ میں کوئی ترتیب نہیں تھی۔ احقر نے یہ کیا کہ قرآنی سورتوں اور پھر ان کی آیتوں کو ترتیب سے لکھا اور ان کے زیرین۔ اکثر آیات میں ترجمہ .... درج کیا۔ اس کے بعد تفسیر اور تفسیر کے بعد اپنی تشریح لکھی ہے۔ تفسیر میں جو آیات و احادیث و عبارات آئی ہیں ان کا ترجمہ بھی احقر ہی کا ہے۔ آخر میں۔ تذکرۃ الرشید، ہدایت الشیعہ اور حضرت قدس سرہٗ کی

زبانِ مبارک اور قلم سے نکلے ہوئے وہ تفسیری نکات اور استنباط درج کر دیئے جو آپ کی مختلف کتابوں میں منتشر تھے۔ اب اس کتاب کو فتاویٰ رشیدیہ، مکتوبات رشیدیہ کی طرح تفسیر رشیدی کہنا بالکل درست اور صحیح ہے۔ ادارہ مکتبہ عبادیہ نے بھی اپنی وسعت بھر تفسیر رشیدی کو دیدہ زیب بنانے کے لئے کوئی بخل نہیں کیا ہے۔ جس کی بنا پر مجھے یہ لکھنے کا حق ملنا چاہیئے کہ اسلامی تالیفات میں خصوصاً ہندوستان و پاکستان میں تفسیر رشیدی پہلا نمونہ ہے جو کسی مرتب کے ہاتھ سے مرتب ہوا ہے۔

آثارِ علمیہ قطب الارشاد حضرت گنگوہیؒ

طائفہ دیوبند میں حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کو علمی اور روحانی اعتبار سے جو کمال حاصل ہے وہ کسی پر پوشیدہ نہیں ہے۔ بلکہ اس شان کا بزرگ اور عالم، حضرت مجدد الف ثانیؒ کے بعد آپ ہی ہوئے ہیں۔ آپ سے پہلے بھی بہت ہوئے اور بعد میں بھی۔

"لیکن تو چیزے دیگرے"

سن ولادت ۱۲۴۴ھ اور سن وفات ۱۳۲۳ھ ہے۔ والد ماجد مولانا ہدایت احمد صاحب کا انتقال ۱۲۵۲ھ میں ہوا اس لئے تعلیم و تربیت کا تمام بوجھ شفیق ماموں نے اٹھایا، ابتدائی تعلیم گنگوہ میں پائی تھی۔ اور پھر دہلی مولانا مملوک علی صاحب نانوتویؒ کی خدمت میں حاضر ہوگئے اور اپنی قابلیت کا سکہ جما دیا۔

فارغ التحصیل ہو کر جب وطن تشریف لائے۔ تو کچھ دنوں کے بعد۔ تھانہ بھون حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور

ان سے اجازت بیعت اور خلافت حاصل کی۔ اور اس مرتبہ عالی پر فائز ہوئے کہ شیخ نے فرما دیا۔

"جو آدمی اس فقیر سے محبت و عقیدت و ارادت رکھتا ہے وہ مولوی رشید احمد صاحب سلمہ اور مولوی محمد قاسم صاحب سلمہ کے تمام کمالات علوم ظاہری اور باطنی کو جامع ہیں بجائے میرے بلکہ مجھ سے بھی بڑھ کر شمار کرے۔ اگرچہ معاملہ برعکس ہے وہ بجائے میرے اور میں بجائے ان کے ہوتا۔ ان کی صحبت غنیمت جاننی چاہیئے کہ ان جیسے آدمی اس زمانہ میں نایاب ہیں۔ (ضیاء القلوب)

ایک مکتوب میں حضرت حاجی صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

میں نے جو ضیاء القلوب میں آپ کی نسبت کچھ لکھا ہے وہ الہام سے لکھا ہے۔ (تذکرۃ الرشید)

ایک دفعہ حاجی صاحب نے فرمایا۔

اگر حق تعالیٰ مجھ سے دریافت کرے گا کہ امداد اللہ کیا لے کر آیا۔ تو میں مولوی رشید احمد صاحب اور مولوی محمد قاسم صاحب کو پیش کر دوں گا

(تذکرۃ الرشید)

۱۲۷۶ھ میں الزام بغاوت میں گرفتار ہو گئے تھے۔ چھ ماہ جیل میں گذارے۔ پھانسی کا حکم ہونے والا تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے بچا لیا۔ اس کے بعد سے بالکل گوشہ گیر ہو گئے۔ پڑھانا اور اصلاح باطن آپ کا مشغلہ تھا۔ آپ ہی کی فیض صحبت کا اثر تھا کہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری۔ حضرت مولانا شیخ الہند صاحبؒ۔ حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب رائپوری۔ حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنیؒ۔ اور حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیریؒ جیسے حضرات پیدا ہوئے۔ جن کو ہندوستان

میں علمی اور عملی اعتبار سے چوٹی کا انسان شمار کیا جاتا ہے اور تاریخ ہند آج تک ان حضرات پر ناز کرتی ہے۔

حضرت گنگوہی رحؒ کی زبان اور قلم سے بہت سی کتابوں کو وجود ملا۔ جو آج سند کے طور پر پیش کی جاتی ہیں۔

۱۔ فتاویٰ رشیدیہ :۔ حضرت قدس سرہٗ کے فتاویٰ کا مجموعہ ہے جو پہلے تین جلدوں میں شائع ہوا تھا اب قرآن محل کراچی نے اس کو مبوّب کرا کر ایک جلد میں شائع کیا ہے۔

۲۔ مکتوبات رشیدیہ :۔ آپ کے قلمی مکتوبات کا مجموعہ جس کو حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی رحؒ نے ایک جلد میں شائع کیا تھا۔ جو میرے نزدیک ہندوستان میں مکتوبات مجددیہ کے پایہ کے ہیں اور ہر وہ شخص جس نے ان دونوں حضرات کے مکتوبات کو پڑھا ہے۔ اس کو یہی کہنا پڑے گا۔

۳۔ کوکب دری :۔ حضرت قدس سرہٗ کی تقریر ترمذی ہے۔ جس کو حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ نے عربی میں قلم بند کیا تھا۔ اور جس کو حاشیہ کے ساتھ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہٗ نے شائع فرمایا ہے۔

۴۔ لامع :۔ حضرت قدس سرہٗ کی تقریر بخاری شریف ہے۔ جس کو حضرت مولانا محمد یحییٰ۔ صاحب نے عربی میں قلمبند کیا تھا۔ اور جس کو حاشیہ کے ساتھ حضرت شیخ الحدیث نے شائع فرمایا ہے۔

۵۔ ہدایۃ الشیعہ :۔ یہ حضرت قدس سرہٗ کی بہت پہلی کتاب ہے جو آپ نے رد شیعہ میں تحریر فرمائی تھی۔ اس وقت آپ کتابوں کی تجارت کرتے تھے۔ چنانچہ کتاب کے شروع میں تحریر فرمایا ہے۔

اما بعد پس بندہ عاجز نابود مابو محمود کتب فروش عفی عنہ الرب المعبود کہ

چنداں علم نہیں رکھتا۔

ہوا یہ تھا کہ ۱۲۸۹ھ میں کسی شخص محمد ہادی نے فرقہ امامیہ کی طرف سے علمائے اہل سنت والجماعت سے دس سوال کئے تھے جن کو اشتہار کی صورت میں بڑی تعداد میں شائع کیا گیا تھا۔ ہدایۃ الشیعہ میں حضرت قدس سرہٗ نے ان سوالات کے جوابات مدلل تحریر فرمائے تھے۔

۶۔ البراہین القاطعہ :۔ رد بدعت میں بہترین کتاب ہے (۷) امداد السلوک (۸) زبدۃ المناسک (۹) رسالہ تراویح (۱۰) رسالہ جمعہ :۔ اس رسالہ کی شرح حضرت شیخ الہندؒ نے احسن القریٰ کے نام سے لکھی ہے جو بہت ضخیم ہے (۱۱) ہدایت المعتدی (۱۲) سبیل الرشاد (۱۳) رسالہ وقف (۱۴) رسالہ احتیاط ظہر۔

۱۵۔ تفسیر رشیدی :۔ یہ بھی آپ ہی کا کارنامہ ہے جس کے متعلق عرض کر چکا ہوں۔ اللہ تعالیٰ قبولیت سے نوازے۔ (آمین) فقط والسلام

عزیز الرحمٰن غفرلہٗ

مدنی دار الافتاء بجنور

۲ محرم الحرام ۱۳۸۷ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسلک قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رح

(صاحب تفسیر ہذا)

الحمد للہ رب العالمین الرحمٰن الرحیم ۔ مالک یوم الدین و الصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ سیدنا محمد سید الانبیاء والمرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ الطیّبین الطاہرین وعلیٰ مجتہدی ملّتہ واتباعہ الیٰ یوم الدین ۔ اما بعد

احقر العباد بندہ رشید احمد گنگوہی رح عفا اللہ تعالیٰ عنہ بخدمت ارباب فہم و دیانت عرض کرتا ہے کہ بندہ کا مذہب حسب مسلک حق جملہ اہل حق و دین یہی ہے کہ جس مسئلہ میں صحابہ و مجتہدین علیہم الرحمۃ کا اختلاف ہو تو اس میں سے جس جانب کو اپنی تحقیق سے یا تقلید کسی مجتہد اہل حق سے راجح سمجھے، اس پر عمل درآمد رکھے اور دوسری جانب پر بھی کوئی طعن و تشنیع نہ کرے اور عند الضرورت اس پر عمل بھی کرے۔ اسی وجہ سے یہ بندہ عاجز کہ حنفی المذہب ہے کسی اہل مذہب پر طعن نہیں کرتا اور نہ اپنے مذہب کی خواہ مخواہ ترجیح کے درپے ہوتا ہے۔ مگر عند الضرورت جہاں کچھ رفع فساد یا اصلاح منصور ہوتی ہے، تو اس مسئلہ میں کچھ لکھ دیتا ہے۔ مذاہب سب حق ہیں۔ مذہب شافعی پر عند الضرورت عمل کرنا کچھ اندیشہ نہیں مگر نفسانیت اور لذت نفسانی سے نہ ہو۔ عذر یا حجۃ شرعیہ سے ہووے کچھ حرج نہیں ہے۔ سب مذاہب کو حق جانے کسی پر طعن نہ کرے سب کو اپنا امام جانے۔ فقط

کتبہ الاحقر بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (فتاوی رشیدیہ)

مرتب :- عزیز الرحمٰن غفرلہٗ

تعارف

حضرت مولانا گنگوہیؒ اور حضرت مولانا نانوتویؒ

از قلم

شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب دیوبندیؒ

مرتب و پیش کردہ

خاکپائے اکابر ——— عزیز الرحمٰن غفرلہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جب ہوئی رحمت باری ہوئے مرسل نازل | اہل عالم کے لئے احمد و قرآن دونوں
رحمت حق کیلئے ہیں یہی دو اصل اصول | اور ہدایت کیلئے ہیں یہی ارکان دونوں
پر نہوں سالک و قائد جو رشید و قاسم | ہم کو کیونکر ملیں یہ نعمت یزدان دونوں
کون سمجھائے ہمیں مطلب اللہ و رسول | کون سکھلائے ہمیں سنت و قرآن دونوں
کون بتلائے ہمیں علم و عمل کی گھاتیں | کون دکھلائے رہ شبلی و نعمان دونوں
یہ بہار چمن دین ہے ان کے دم سے | طوطی و زاغ ہیں اس چمن نغمہ خوان دونوں
ان کے ہی فیض سے شاداب ہیں اور بار آور | علم و اخلاق کے پژمردہ گلستان دونوں
ظلمت جہل گئی علم ہیں پھر جان آئی | شمس الاسلام ہیں اور چشمہ حیوان دونوں
ناسک و معتمر و حافظ و عالم غازی | حامی دین متین ماحی طغیان دونوں
کائن و بائن و فانی و صفی و باقی | سالک راہ یقین عارف یزدان دونوں
عارج و نازل و محبوب و محب واصل | قطب ارشاد ہیں اور مرکز عرفان دونوں
ضارب راس عدی فارق حق و باطل | قاسم بزم ہدیٰ جامع فرقان دونوں
راشد و قاسم خیرات و رشید و مرشد | قبلہ دین ہیں اور کعبہ ایمان دونوں
خسرو علم و عمل تاجور اہل طریق | مسند فقر کے ہیں قیصر و خاقان دونوں
مظہر فیض اتم مجمع اخلاق و شیم | معدن لطف و کرم مخزن احسان دونوں
بحر مواج طریقت کے ہیں دو چشمہ فیض | گلبن شرع کی ہیں سنبل و ریحان دونوں
باغ امداد الٰہی کے ہیں دو سرو رواں | شمع ہیں نور محمد کے درخشان دونوں
سرمہ دیدہ توحید ہیں سبحان اللہ | عین ایمان رسالت کے ہیں انسان دونوں
محمل قول نبی کالمطر لا یدری | من یجدد بہم الدین کے شایان دونوں

وہ تناسب کہ تھا مابین خلیل و خاتم — رکھتے عیسیٰ سے ہیں مہدیٔ دوراں دونوں

شرک و بدعت سے کیا صاف رہِ سنت کو — پھر غلط کیا ہے کہ ہیں ناسخ ادیان دونوں

سامریانِ زمانہ سے بچایا دیں کو — میں تو کہتا ہوں کہ ہیں موسیٰ عمراں دونوں

لطف و فیض انکا نہ ہو جس کی امید و ڈر سے — ہیں تردد میں عجب عاصی و شیطان دونوں

نظرِ مہر و غضب ان کی ہے وہ جس کو نظر — تکتے رہتے ہیں سدا مالک و رضوان دونوں

دلِ مردہ کیلئے صحبت و خدمت ان کی — قمِ عیسیٰ سے نہیں کم کسی عنوان دونوں

ہم نشیں چھوڑ مساوات یہ ہی دو عیسیٰ — مجکو آتے ہیں نظر ایک مری جان دونوں

میں نہ تفضیل کا قائل نہ مساوات کا ہاں — مجھ سے گمرہ کی ہدایت کو ہیں یکساں دونوں

مرے ہادی مرے مرشد مرے ہادی ملجا — مرے آقا مرے مولیٰ مرے سلطان دونوں

زہے قسمت ہوا کیا خوب قرانِ السعدین — برجِ خاکی میں بہم ہیں مہِ تاباں دونوں

ان میں جو ربط ہے سمجھے تو نہ دیکھا نہ سنا — دونوں دلدادہ ہیں اور دلبرِ جاناں دونوں

فرقدین اور نہ ہمیں جنہیں ہم دو دیکھیں — اتحاد ان کا تو ہوں ششدر و حیران دونوں

قربِ جسمانی پہ ہے ان کے تعلق کا مدار — قربِ روحانی سے یہ یک دل و یک جان دونوں

ایک صورت ہی نظر آتے ہیں جس کے دو عکس — اک حقیقت ہے کہ ہیں جس کے یہ عنوان دونوں

دونوں کو دیکھوں تو آتے ہیں نظر ایک مجھے — ایک کو دیکھوں تو ہیں اس میں نمایاں دونوں

جب تلک ایک بھی باقی ہے سمجھتا ہوں کہ ہیں — کارفرمائے بری زینت گیہاں دونوں

جب کسی دل میں جگہ کرتے ہیں تو دونوں ساتھ — اور نکلتے ہیں تو نکلیں ہیں بدیں شان دونوں

عشق کا ذکر ہے کیا بغض و عداوت انکی — جون سے دل میں ہیں ہیں توام پنہاں دونوں

کبھی کہتا ہوں کہ اک جان ہیں اور دو قالب — کبھی کہتا ہوں یک قالب و یک جان دونوں

کبھی کہتا ہوں کہ ہیں منظرِ اسماء و صفات — کبھی کہتا ہوں کہ ہیں مظہرِ جاناں دونوں

سلسلہ ان کے کمالات کا جب طے نہ ہوا — تھک کے کہنا پڑا آخر کہ ہیں یکساں دونوں

سب کمال ان میں ہیں کس کس کو بتاؤں لیکن — بے مثل ہوتے اگر ہوتے نہ یکساں دونوں
بحر زخار ہیں لیکن نہیں ساحل کا پتہ — ابر رحمت ہیں مگر ہیں گہر افشاں دونوں
مرہم خستہ دلاں ہیں یہ مسلّم لیکن — زخم دل پر ہیں مرے کیوں نمک افشاں دونوں
بغض فی اللہ سے ہیں قہر خدائے قہار — حب فی اللہ سے ہیں رحمت رحمان دونوں
ان کے صدقہ سے غریبوں کے مطالب اغراض — سہل و دشوار خدا نے کئے آساں دونوں
برومندی تمنا میں تردد نہ رہا — کشت مطلب کیلئے جیسے ہیں دہقاں دونوں
غرق گرداب بلا کے لئے دونوں الیاس — گمشدہ رہ کیلئے خضر بیاباں دونوں
غلبۂ شوق میں باقی نہ رہا ضبط نفس — لب تلک آتے ہیں تو نالہ و افغاں نہ دونوں
نور افشاں ہوں اگر عارض جاناں دونوں — مطلع مثل خفاش مہ و مہر ہوں حیراں دونوں
دل جاناں نذر ہیں گر حسن جمال جاناں — صوری و معنوی ہیں جان کے خواہاں دونوں
گیسو و خط مری نظروں میں سمائے کیسے — غار آتے ہیں نظر سنبل و ریحاں دونوں
دام ایمان و رگ جاں کمند وحدت — کیا بتاؤں کہ ہیں کیا گیسو پیچاں دونوں
ہیں دو ابرو ہیں پئے شام غریباں دو ہلال — یہ بھی تسلیم کہ ہیں تیغ صفاہاں دونوں
بخیہ ساز دل مجروح للہ الحمد — ان کے تار نظر و سوزن مژگاں دونوں
کیا ہی صانع نے بلالین لکھی مصحف پہ — رخ دلکش پہ ہیں ابرو جو نمایاں دونوں
دین و دل کو لب جاں بخش ہیں آب حیواں — کہوں کس منہ سے کہ ہیں لعل بدخشاں دونوں
صدف دل میں گہر ریزہ ہیں اللہ اللہ — الحق اسکے لب جاں بخش ہیں نیساں دونوں
گفتگو چہرۂ انور کی مساوات میں ہے — ہمنے مانا کہ مہ و خور بھی ہیں رخشاں دونوں
ان سے روشن ہے فقط ارض و سما اور اس سے — دل منور ہوئے اور گور غریباں دونوں
لب شیریں کی وہ تقریر سے آتے ہیں نظر — بحر شیریں سے نکلتے در و مرجاں دونوں
یاد میں کس کی قد و رخ کے ہیں سرگرم فغاں — بلبل نغمہ سرا قمری نالاں دونوں

فرق اتنا ہی وہ مژگاں کا ہے یہ پیکاں کا — نیم بسمل ہیں مگر گبر و مسلماں دونوں

کشتۂ خنجر تسلیم کے کشتوں کو ہیں ایک — لذت وصل ہو یا ہو غم ہجراں دونوں

اس کی محفل میں ہیں یوں بیٹھے ہوئے دل اور ہم — جیسے ہم بزم ہوں دوا اور پشیماں دونوں

اس تمنا میں کہ شاید کہیں بن جائیں ایاز — من و محمود شدہ بندہ جاناں دونوں

چھوڑ انداز غزلخوانی کہ ہے جائے ادب — مدح کر مدح کہ ہیں مدح کے شایاں دونوں

ان کا یہ عز و علیٰ اور مرا یہ عجز و قصور — ناطقہ کیلئے ہیں حاجب دربان دونوں

سر بزانوئے تحیر ہیں خیال و ادراک — خامہ و ناطقہ ہیں سر بگریباں دونوں

اس زمین میں لکھوں کیا خاک کہ صدیق و ذوالنورین — بیٹھے ہیں ہاتھ دھرے زیر زنخداں دونوں

مورسی ہائے غضب احمد و عبدالرحمن — ہوئے ہیں طالب توصیف سلیماں دونوں

مرے محسن مرے مخلص مرے مخدوم و مطاع — رنج افزائے دل و خاطر ویراں دونوں

مطلع

قاسم خیر و رشید احمد ذی شان دونوں — ہیں مسیحائے زماں یوسف کنعاں دونوں

باغ تسلیم و رضا کے گل خنداں دونوں — گلشن قدس کے ہیں مرغ خوش الحان دونوں

ان سے راضی ہے خدا، وہ ہیں خدا سے راضی — کیوں نہ قربان کروں ان پہ دل و جان دونوں

بحر توحید و معارف کے نہنگ خونخوار — دشت تجرید کے ہیں شیر نیستاں دونوں

فیض و رحمت کیلئے دونوں سحاب و میزاب — علم و حکمت کے لئے منبع و میزان دونوں

بن گئے ان کے تصدق سے مقام محمود — کیوں نہ نانوتہ و گنگوہ ہوں نازاں دونوں

فخر دین حجت اسلام محی السنۃ — معدن علم و حکم ثانی نعمان دونوں

کچھ حقیقت کیلئے رازی و جوبان ہی نہیں — ہیں شریعت کے اولی الامر جہانباں دونوں

پھاڑ دیں حکمت یونان کو ڈالو دیکھو — مل گئے پیشبر و حکمت و ایمان دونوں

کہا یا سقراط نے سم خم میں چھپا افلاطون — ان کی آمد کا مگر رکھتے تھے اذعان دونوں

سن لیں مقتولوں سے گر ذکر شجاعت ان کا — الاماں کہنے لگیں سام و نریمان دونوں

پر تو افگن ہو اگر ان کا وقار و عظمت
قطب بن جائیں ابھی نیر تاباں دونوں

عمل و علم ہیں کامل جو نظر پڑتے ہیں
رو برو ان کے ہیں اک طفل دبستاں دونوں

اہل اشراق کو تشبیہ میں ان سے دیتا
ایک ہو سکتے اگر دیو و سلیماں دونوں

وائے نادانی لکھوں مدح میں اُن کے مجھکو
مادح و ذام نظر آتے ہوں یکساں دونوں

وائے ناکامی اگر ہوں نہ عیاذاً باللہ
روز محشر میں مرے حال کے پرساں دونوں

غرق امواج معاصی ہوں نہیں شکل نجات
ناخدا ہوں مری کشتی کے نگہباں دونوں

علم رکھتا ہوں سو بے سود عمل ہیں سو خراب
دل و جاں رکھتا ہوں لیکن ہیں پریشاں دونوں

جز تہیدستی و یاس اور نہیں کوئی رفیق
مونس و یار ہیں بس حسرت و ارماں دونوں

مجکو غفلت سی ہے نسبت تو نسیاں سی سہو
حیف کس درجہ بڑھے غفلت و نسیاں دونوں

دیکھ کر اُن کی نظر ہم سے سیہ کاروں پر
نفس و ابلیس ہیں انگشت بدنداں دونوں

میر ساماں ہیں وہ گرچہ ہوں میں بے ساماں
نیم جاں گرچہ ہوں رکھتا ہوں مگر جاں دونوں

ان سے نسبت ہے مجھے نسبت قالب مقلوب
اُن کی رفعت مری پستی ہوئی یکساں دونوں

ہیں وہ خورشید تو میں ذرہ وہ ہیں عین میں ظل
ایک قطرہ ہوں جو ہیں قلزم و عمّاں دونوں

فخر کو میرے یہ کافی ہے ہوں اتنا ناقص
کہ ہیں جس درجہ کے کامل مرے سلطاں دونوں

ہے نہاں خانۂ دل گرچہ خراب و خستہ
جلوہ فرما ہیں مگر اُس میں یہ مہماں دونوں

تیرہ روزی پہ نجاؤ مری دیکھو تو سہی
میرے ویرانہ میں ہیں شمع شبستاں دونوں

گمرہی سے نڈرو قافلہ والو دیکھو
ہیں بشیر آچکے ہیں کیسے حدی خواں دونوں

بیکسوں پر ہیں شفیق اور غلاموں پہ فدا
عام ہیں سب کیلئے رحمت و رضواں دونوں

جس کی پیشانی پہ ہو داغ غلامی ان کا
اُس کے نزدیک ہیں کیا قیصر و خاقاں دونوں

خوشہ چینوں کو نظر آتے ہیں اُن کے یکساں
رمل جعفری و حکمت یونان دونوں

ان کے کوچہ کے فقیروں کو خدا کی قدرت
ایک آتے ہیں نظر خسرو و ساساں دونوں

ایک رتبہ میں ہیں یہاں مادر و حاتم ہر دو
ایک طبقہ میں ہیں یہاں باقل و سحباں دونوں

ایک حالت میں ہیں یہاں کامل و ناقص واللہ
ایک منصب میں ہیں یہاں عاقل و ناداں دونوں

ایک ہی ذرہ و خورشید کی یہاں کیفیت
ایک درجہ میں ہیں سعد اکبر و کیواں دونوں

جو کمالات و معارف ہیں خلاف سنت
ان کے نزدیک ہیں وثن من الاوثان دونوں

رویت النفس و آفاق کو چپل جوز و مویز
جانتے ہیں کہ ہیں بازیچۂ طفلاں دونوں

جامع عشق و شریعت ہیں بتائے تو کوئی
یوں بہم کس نے کئے ساغر و سنداں دونوں

اے نواسنج انا الحق اسے کہتے ہیں کمال
کہ ہیں یہ سوختہ جاں اور ادیباں دونوں

دیکھیں ممدوح کو میری تو بیاضیں اپنی
غالباً دیویں جلا سعدی و سلماں دونوں

ہے گر انکار کے قائل تو رسالت ان کی
ورنہ ہیں جامع ہر خوبی امکاں دونوں

وہ کمالات و بشارات کہ ہیں قرآن میں
ہیں جب ان کیلئے یہ مجمل و تبیاں دونوں

عین حق ہی جو کہوں اس میں تامل کیا ہے ق
کہ ہیں ممدوح پئے حضرت رحماں دونوں

پھر کرے مدح و ثنا الرسول کی مجھ سا نادان
صاف ظاہر ہے کہ ہے ہرزہ و ہذیان دونوں

ابن عربی و غزالی و جنید و نعمان ق
مسند علم و عمل جن پہ ہیں نازاں دونوں

یہی حسرت تھی کہ افسوس نہ دیکھا ان کو
یار و دمساز تھے محرومی و حرماں دونوں

بخدا دیکھ کے دیدار رشید و قاسم
دل سے لیں محو ہوئے حسرت و ارماں دونوں

مصطفی حق عز و جل اور یہ دونوں قاسم
ہادی اللہ کے اور منذر عریاں دونوں

عہد کے اپنے ہیں بسطامی و مصری و بصری
زہری و علقمہ و شعبہ و سفیان دونوں

مجھ سا [illegible]
[illegible] اسفل [illegible] ہیں ثنا خواں دونوں

جب تلک عالم فانی ہے قائم یا رب
اور عالم میں رہیں طاعت و عصیاں دونوں

فیضیاب ان سے رہیں اہل جہاں اور ان پہ
رہیں افزوں ہوں تری رحمت و رضواں دونوں

انکی الفت ہو مرے دل میں انکے غلاموں میں گنوں
سینہ صد چاک ہو اور آنکھیں ہوں گریاں دونوں

دل میں ایمان ہو ایمان میں ہو عشق انکا　　زیب لب عشق میں ہوں نالہ و افغاں دونوں
دل کے سو ٹکڑے ہوں ہر ٹکڑے میں سودا انکا　　جان صد پارہ ہو ہر پارہ میں پنہاں دونوں
درد غم روز قیامت میں کرے جب مضطر　　یا الٰہی ہوں مرے درد کے درماں دونوں
ضغطۂ نزع و لحد فتنۂ محیا و ممات　　دونوں کے صدقے سے اللہ ہوں آساں دونوں
جاؤں عرصات میں جب خائف و نادم تہی دست　　دونوں ہاتھوں میں ہوں دونوں کے داماں دونوں
قبر سے اٹھ کے پکاروں جو رشید و قاسم　　بوسہ دیں لب کو مرے مالک و رضواں دونوں
ہادی خلق رہیں ان کے غلام و خدام　　اور حسّاد و عدو غول بیاباں دونوں
ان کے اصحاب رہیں تکیہ زن مسند دین　　خصم و بدخواہ رہیں خوار و پریشاں دونوں
آل و اتباع ہوں مسعود و سعید و طیب　　اور بد اندیش و شقی خائب و خزیاں دونوں
ان کے چہرہ پہ رہے غازۂ امن و ایمان　　زیب سر انکے رہے نکہت خنداں دونوں

عاقبت ان کے محبوں کی ہو یا رب محمود
اور مخالف کو سزا ذلت و خسراں دونوں

مخدرات سراپردہ ہائے قرآنی
چہ دلبرند کہ دل می برند پنہانی

تفسیر رشیدی

جس میں حضرت قدس سرہٗ العزیز کے قلم سے قرآن پاک کی بیس سورتوں کی مختلف آیات پر معرکۃ الآراء تفسیر موجود ہے۔ جو سنہ ١٣٠٤ھ میں آپ کی حیات میں شائع ہوئی تھی۔ اب اس میں آپ کی تصانیف سے قرآنی آیات کی بے مثل تفسیر، "قرآنی نکات" اور لطائف کا اضافہ کر کے علوم قرآنیہ پر ایک قابل قدر اور ایک صدی پہلا خزانہ پیش کیا جا رہا ہے

مرتب:- عزیز الرحمٰن غفرلہ

آداب القرآن

از

رشحۂ قلم قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رح

حامداً و مصلیاً

لیس منا من لم یتغن بالقرآن۔ — وہ ہم میں سے نہیں جو قرآن میں تغنی نہ کرے۔

اس حدیث میں مراد حسن صوت سے اور خوش الحانی سے پڑھنا ہے۔ اور ایسی طرح تغنی کرنا کہ حروف میں زیادتی و کمی نہ ہو جائز بلکہ مستحسن ہے۔ اور ایسی طرح پر پڑھنا کہ حروف میں کمی و زیادتی ہو پیدا ہو جاوے جائز نہیں۔

تین دن سے کم میں قرآن پڑھنا، کراہت کسی حدیث سے ثابت نہیں، بلکہ یہ ہے کہ ایسے پڑھنے میں تام نہیں ہوتا۔ مگر پڑھنے میں ثواب بلا کراہت ہے۔

عاصم قاری کے نزدیک جن کی قرأت ہندوستان میں پڑھی جاتی ہے۔ اور تمام قرآن مطبوعہ اسی کے مطابق ہیں۔ بسم اللہ ہر ہر سورت کا جزو ہے۔ لہذا ان کے نزدیک ہر سورت کے اوپر بسم اللہ کو جہر کے ساتھ پڑھنا چاہیئے۔ اور امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے۔ کہ بسم اللہ ایک آیت قرآن شریف کی ہے۔ اس کو کہیں ایک جگہ جہر سے پڑھ دینا چاہیئے۔ سوائے سورۂ نمل کے پس جو لوگ کہ مذہب حنفیہ کی رعایت رکھتے ہیں وہ بسم اللہ کو ایک دفعہ پکار کر پڑھ لیتے ہیں۔ سوائے سورۂ نمل کے۔ کیونکہ یہ بسم اللہ کسی سورہ کا جزو نہیں مستقل آیت ہے امام صاحب کے نزدیک، پس برعایت مذہب حنفیہ جس سورت کے ساتھ چاہے اس کو پڑھ لیوے کوئی

قید نہیں، اور اگر رعایت قاری عاصم کی منظور ہے تو ہر سورت کے اوپر جہر پڑھنا چاہیئے درصورت مذہب حنفیہ میں کوئی احتیاط کی بات نہیں یکساں ہے۔[1]

حدیث ابوداؤد میں ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ نے فرمایا کہ انفال اول نازل ہوئی تھی اور توبہ اخیر میں اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ نہ فرمایا تھا کہ یہ دو سورتیں ہیں یا ایک، اور قصہ دونوں کا شبیہ تھا۔ لہٰذا بسم اللہ توبہ پر نہ لکھی شاید انفال کا جزو ہو، اور جمع بھی نہ کیا کہ شاید دو سورتیں ہوں۔ لہٰذا فصل بلا تسمیہ کے کر دیا۔ اور بسم اللہ اگر کوئی اس پر پڑھے بلا کراہت درست ہے اور جو معمول بعض کا ہے کہ بجائے تسمیہ کے اعوذ پڑھتے ہیں۔ اس کی کوئی اصل نہیں۔ اور دوسری روایت جو حضرت علیؓ سے نقل کرتے ہیں وہ چنداں معتبر نہیں۔ وجہ تسمیہ نہ لکھنے کی جو حضرت عثمانؓ سے نقل ہوئی معتبر ہے۔[2]

قرآن شریف کی تعظیم کے واسطے کھڑا ہونا درست ہے قرآن شریف کلام الٰہی ہے۔ اس کی جس قدر تعظیم ہو بجا ہے۔

(اگر قرآن پاک ہاتھ سے گر جائے) یہ امر کہیں ثابت نہیں اختراع عوام کا

---

[1] مطلب یہ ہے کہ نماز میں تسمیہ جہراً پڑھنا چاہیئے یا نہیں؟ اس کے متعلق حضرتؒ نے تحریر فرمایا۔ ورنہ تلاوت کلام پاک کرتے ہوئے تو تسمیہ ضرور پڑھا جائے گا۔

[2] مطلب یہ ہے کہ سورۂ انفال اور سورۂ توبہ کے درمیان تسمیہ مکتوب نہیں ہے۔ اس کی تشریح حضرتؒ نے فرمائی ہے، جہاں تک اس جگہ پڑھنے کا سوال ہے اس کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ قاری اوپر سے پڑھتا آ رہا ہے تو سورۂ توبہ شروع کرتے وقت بسم اللہ نہ پڑھے۔ اور اگر یہیں سے تلاوت یا قراءت کرتا ہے تو پھر وہی طریقہ ہے کہ تعوذ و تسمیہ دونوں کہے جائیں گے۔

(عزیز الرحمٰن غفرلہٗ)

ہے۔البتہ صدقہ دینا ایسی حالت میں اچھا ہے۔اس سے کفارہ معاصی کا ہوتا ہے۔ مگر واجب نہیں۔بشرط قدرت کے صدقہ کردیوے خواہ کچھ ہو۔خواہ کسی قدر ہو اس کے دیگر سب لغو بے اصل ہے۔

جنابت کی حالت میں مصحف شریف کا اُٹھانا جزودان میں یا کسی شے سے پکڑ کر درست ہے۔اور مس کرنا حرام ہے۔اگرچہ دوسری جگہ (بلند) کے رکھنے کے واسطے ہو۔

عورت کو حیض و نفاس میں سوائے قرآن شریف کے سب اذکار درست ہیں۔لہٰذا مراقبات و اشغال مشائخ بھی جائز ہیں۔ اور صحبت پیر میں بیٹھ کر اس کو توجہ لینا بھی درست ہے۔مگر دخول مسجد حائضہ و نفسا کو حرام ہے۔جیسا کہ کتب فقہ میں لکھا ہے۔

جو حافظ اجرت پر سناتے ہیں وہ سنانا عبادت نہیں پس اس کو سننا بھی نہیں چاہیئے۔

ورق قرآن اگر کسی کے پاس ہوں۔گھول کر پانی یا کسی شئی میں پی لےوے یا ادب کے ساتھ پارچہ پاک میں لپیٹ کر کسی ایسی جگہ کہ پامال نہ ہوتی ہو دفن کردے

فقط

بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (فتاوی رشیدیہ)

(مرتب عزیز الرحمٰن غفرلہٗ)

لَا تَقُولُوا رَاعِنَا وَقُولُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوا وَلِلْكَافِرِينَ

ایمان والو! تم راعنا نہ کہو اور کہو انظرنا اور سنتے رہو اور کافروں کے لئے

عَذَابٌ اَلِيْمٌ (بقرہ)

عذاب دردناک ہے۔

تفسیر شاعر اپنے اشعار میں بعض مرتبہ صنم یا بت کے الفاظ یاد کرتا ہے اس کے متعلق ارشاد ہے) یہ الفاظ بولنے والا اگرچہ معانی حقیقیہ مراد نہیں رکھتا بلکہ معنی مجازی مقصود لیتا ہے مگر تاہم ایہام گستاخی واہانت واذیت ذات پاک حق تعالیٰ شانہٗ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خالی نہیں ہے۔ یہی سبب ہے کہ حق تعالیٰ نے لفظ "راعنا" بولنے سے صحابہ کو منع فرمادیا اور "انظرنا" کا لفظ عرض کرنا ارشاد کیا حالانکہ مقصود صحابہؓ معاذ اللہ ہرگز وہ معنی کہ یہود لیتے نہ تھے مگر ذریعہ شوخی یہود کا اور موہم اذیت وگستاخی جناب رسالت کا تھا۔ لہٰذا حکم ہوا لاتقولوا راعنا (الخ) اور علیٰ ہٰذا حضرات صحابہ کا پکار کر بولنا مجلس شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں ہرگز بوجہ اذیت وگستاخی معاذ اللہ نہ تھا۔ بلکہ حسب عادت اور طبع تھا مگر چونکہ اذیت و بے اعتنائی شان والا کا اس میں ایہام تھا یہ حکم ہوا

یاایھا الذین اٰمنوا لاترفعوا	اے ایمان والو! اپنی آواز کو نبی کی
اصواتکم فوق صوت النبی ولا	آواز پر بلند نہ کرو اور ان کو ایسے
تجھروا لہ بالقول کجھر بعضکم	نہ پکارو جس طرح آپس میں ایک
لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم	دوسرے کو پکارتے ہو (اس سے)
لاتشعرون۔	تمہارے اعمال ختم ہو جائیں گے
	اور تمہیں خبر بھی نہ ہوگی۔

کیا صاف حکم ہے کہ اگرچہ تمہارا قصد گستاخی نہیں مگر اس فعل سے حبط اعمال ہوجائیں گے اور تم کو خبر بھی نہ ہو گی۔ اور ایسے ہی حدیث شریف

لاتکنوا بکنیۃ ابی القاسم ابوالقاسم کنیت نہ رکھو۔

آپ کی حیاتِ شریفہ میں منع ہو گئے تھے۔ بوجہ اذیت ذات سرورعالم کے کہ کوئی کسی کو پکارے گا تو آپ یہ سمجھ کر کہ مجھ کو ندا کرتا ہے۔ التفات فرمائیں گے حالانکہ نادی ہرگز اذیت سرورعالم کا ارادہ نہ کرتا تھا۔ اور ابن ماجہ نے روایت کیا کہ اشعث بن قیس کندی جب آئے تو انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ کیا آپ ہم میں سے نہیں ہیں اور یہ عرض (والغیب عند اللہ) بایں وجہ تھی کہ سب عرب از قریش تا کندہ بنو اسماعیل ہیں تو آپ نے فرمایا کہ ہمارے ماموؤں کو تہمت زنا مت لگاؤ اور ہمارے نسب کی نفی ہمارے باپوں سے مت کر۔ ہم اولاد نضر ہیں۔ دیکھو کہ اس لفظ میں۔ لفظ ابہام بعید کو کس قدر آپ نے نفی کر کے نہی فرمایا۔ اور ادب کلام کا تلقین کیا وعلیٰ ہذا خبثت نفسی کو منع فرمایا۔ اور لقست نفسی کی اجازت دی کہ وہ بظاہر سخت لفظ ہے گو معنی ایک ہیں۔ الحاصل ان الفاظ میں گستاخی اذیت ظاہرہ ہے۔ پس ان الفاظ کو بکنا کفر ہو گا

ان الذین یؤذون اللہ ورسولہٗ جو لوگ اللہ اور اسکے رسول کو ایذا دیتے
لعنہم اللہ فی الدنیا والاٰخرۃ ہیں ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا
واعد لہم عذابا مہینا۔ میں بھی اور آخرت میں بھی اور انکے لئے
ذلت کا عذاب تیار کیا گیا ہے۔

شفا میں بیان کیا ہے۔

الوجہ الثانی وھو ان یکون دوسری وجہ یہ ہے کہ (مذکورہ الفاظ)
القائل لما قال فی حبہ قائل نے آپ کی محبت میں کہے ہوں

صلی اللہ علیہ وسلم غیر قاصد
للسب والازراء ولا معتقد
لہ ولکنہ تکلم بکلمۃ الکفر
من لعنہ او سبہ او تکذیبہ
او اضافۃ ما لا یجوز علیہ او
نفی ما یجب لہ مما ہو فی حقہ
علیہ السلام نقیصۃ الی ان
قال او یاتی بسفہ من القول
او قبیح من الکلام ونوع من السب
وان ظہر بدلیل حالہ انہ
لم یعمد ذمہ ولم یقصد سبہ
اما لجہالۃ او لسخر او سکر
او قلۃ مراقبۃ وضبط لسانہ
او عجز فیہ وتہور فی کلام فحکم
ہذا الوجہ حکم الوجہ الاول
القتل دون تلعثم
انتہی ملخصا

گالی اور برائی کے ارادے سے
نہ کہے ہوں اور نہ اس کا اعتقاد
رکھتا ہو۔ لیکن اس نے کلمہ کفر لعن
یا گالی یا تکذیب نامناسب بات
کی نسبت کر دی۔ یا نفی ایسی چیز
کی کر دی جو حضور کے حق میں عیب
ہے (اور فرمایا) یا کوئی بیہودہ بات
یا کلام کیا یا کسی قسم کی گالی دیدی
اگر دلیل ظاہر سے قائل کے بارے
میں معلوم ہو گیا کہ اس نے ذم اور
گالی کی نیت سے نہیں کہا۔ یا جہالت
یا ٹھول یا نشہ کی حالت۔ یا
قلت تدبر میں یا زبان درازی سے
یا کلمات سے عاجز ہونے کی حالت
میں کہہ دیا تو حکم اس وجہ کا اور
پہلی وجہ کا قتل ہے نہ کہ توقف

پس ان کلمات کفر کے بکنے والے کو منع کرنا شدید چاہیئے۔ اور مقدور ہو تو اگر باز نہ آوے قتل کرنا چاہیئے کہ موذی وگستاخ شان جناب کبریا وتعالیٰ شانہ اور اس کے رسول امین صلے اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(لطائف رشیدیہ)

تشریح | حضرت قدس سرہٗ نے مندرجہ بالا آیت مبارکہ کی تفسیر میں چند چیزوں کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ جن کی تشریح اس جگہ کی جاتی ہے

لا تکنوا بکنیتی — میری کنیت نہ رکھو

آپکی کنیت ابوالقاسم تھی۔ آپ کی موجودگی میں شرعًا آپ کی کنیت رکھنے کا کسی کو حق نہیں تھا۔ لیکن آپ کے بعد جائز ہوگیا۔ وجہ حضرت قدس سرہٗ نے بیان فرمادی ہے

مسلم شریف میں روایت ہے

ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ	آپ نے ارشاد فرمایا تم میں سے
وسلم قال لا یقول احدکم	کوئی اپنے کو خبیث نہ کہے بلکہ
خبثت نفسی ولیقل لقست نفسی	اس کے ہم معنی لقست نفسی کہدے

مطلب یہ ہے کہ دل تنگی کے وقت اپنے کو بُرے الفاظ سے یاد نہ کرے بلکہ اس کے ہم معنی کوئی دوسرا اچھا لفظ کہدے۔

وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ

اور جن کو طاقت ہے روزہ کی ان کے ذمہ بدلہ ایک فقیر کا ہے۔

فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ (بقرہ)

پھر جو کوئی خوشی سے کرے نیکی تو اچھا ہے اس کے واسطے۔

تفسیر | شاہ ولی اللّٰہ قدس سرہٗ نے مراد فدیہ طعام مسکین سے صدقہ فطر لیا ہے تو اب بعد کی آیت میں فرمایا اگر زیادہ (ان تطوع خیرًا) ایک آدمی کی خوراک سے دو تو بہتر ہے اور یہ ظاہر ہے کہ زیادہ قدر فرض سے دینا اولیٰ ہے

اور یہ آیت

اَن تصُومُوا خیرٌ لکم — یہ کہ تم روزہ رکھو تو تمہارے لئے بہتر ہے

جدا جملہ ہے بتاکید صوم کہ ہرگاہ کہ صوم کی مشقت اور فدیہ دینے کی کلفت قلب پر گزری تو فرمایا کہ روزہ رکھنا اگرچہ گراں ہو مگر بہت اچھا ہے اگر تم کو علم ہو۔ تو بوجھو کہ فاقہ کرنا اور مال کا للہ دینا کس قدر مصالح دینی و دنیوی کو مشتمل ہے۔ رہا اطعام سو اس کے معنی طعام دادن (کھانا دینا) کے ہیں یہ تملیک کے منافی نہیں فدیہ کے لفظ سے تملیک نکلتی ہے۔ کما ھو الظاھر۔ (لطائف رشیدیہ)

تشریح سائل نے حضرت قدس سرہ سے دریافت کیا تھا کہ اس آیت مبارکہ کو حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ غیر منسوخ قرار دیتے ہیں اور فدیہ سے مراد صدقۃ الفطر لیتے ہیں۔ حضرت قدس سرہٗ نے فقیہانہ انداز میں حضرت شاہ صاحب کی تصدیق فرمائی۔ ارشاد فرمایا قدر فرض پر زیادہ دینا اولیٰ ہے یعنی آیۃ مبارکہ میں تطوع کا لفظ خود مشیر ہے کہ فدیہ طعام مسکین واجب ہے۔ لہذا صدقۃ الفطر مراد لینا بہت مناسب ہے۔ اسی کیساتھ حضرت قدس سرہٗ نے ارشاد فرمایا کہ یہ صدقہ اباحت سے ادا نہ ہوگا بلکہ اسکے لئے تملیک ضروری ہے

اس آیۃ مبارکہ میں چند اقوال ہیں۔ ایک یہ کہ یہ آیت منسوخ ہے یہ حکم ابتدائے اسلام میں تھا کہ جن کو روزہ رکھنے کی طاقت ہے اور وہ نہ رکھیں تو فدیہ صوم دیں۔ دوسرے یہ کہ یہ آیت منسوخ نہیں ہے بلکہ اس جگہ بقول علامہ جلال الدین سیوطیؒ "لا" محذوف ہے اس صورت میں یہ حکم شیخ فانی کیلئے بدستور ہے۔ تیسرا حکم یہ ہے کہ یہاں "لا" محذوف نہیں ہے بلکہ آیت علیٰ حالہ ہے اور فدیہ سے مراد صدقۃ الفطر ہے جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہؒ نے فرمایا ہے[1]

---

[1] تفسیر مظہری صفحہ ۱۹۰ ج ۱

حضرت اقدس گنگوہیؒ نے حضرت شاہ صاحب کے قول کی تصدیق فرمائی ہے اور نہایت لطیف پیرایہ میں صدقۃ الفطر کا اثبات فرمایا۔ آیت مبارکہ کا ترجمہ حضرت شیخ الہندؒ کے قلم سے اتنا شاندار ہے کہ حرف لا غیر محذوف مانے ہوئے ہر دو مسلک کی تائید ہو رہی ہے۔

فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ (آل عمران)

اتباع کرو میری محبت کریگا تم سے اللہ

تفسیر فنافی الشیخ اور فنافی الرسول یہ دونوں لفظ اصطلاح مشائخ کے ہیں۔ اتباع کرنا اور محبت کا غلبہ لوجہ اللہ تعالیٰ ہوتا ہے۔ اس کی اصل یہ آیت ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ)

تشریح مندرجہ بالا آیت مبارکہ سے حضرت قدس سرہٗ العزیز نے حضرات صوفیاء کی اصطلاح، فنافی الشیخ اور فنافی الرسول" کا اثبات فرمایا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ فنائیت کا مرتبہ۔ لوجہ اللہ اتباع اور لوجہ اللہ محبت سے حاصل ہوتا ہے۔ اور جو اتباع شیخ یا اتباع رسول لوجہ اللہ نہ ہو یعنی شرعی حدود میں نہ ہو اس سے فنائیت حاصل نہیں ہوتی۔ اس لئے مرید پر شیخ کے خلاف سنت امور میں اتباع ضرور نہیں بلکہ خلاف سنت یا خلاف مشروع امور کی اتباع حرام ہے جو نص سے ثابت ہے۔

لا طاعة لمخلوق في	مخلوق کی طاعت خدا کی معصیت
معصية خالق	اور نافرمانی میں نہیں۔

لہٰذا اگر کوئی شیخ کسی معذوری کی وجہ سے یا کسی غلط اجتہاد کی وجہ سے کسی امر غیر مشروع کا مرتکب ہو رہا ہے تو اس میں شیخ کی اتباع نہ کرنی چاہیئے

یہی حضرت قدس سرہٗ کا طریقہ رہا ہے۔ مثلاً حاجی امداد اللہ صاحبؒ قیام میلاد فرماتے تھے اور اسکو جائز لکھتے تھے لیکن حضرت گنگوہیؒ قیام نہیں فرماتے تھے بلکہ اس کو بدعت لکھتے تھے یہ ہرگز فنائیت کے خلاف نہیں اور نہ اس سے سلبِ نسبت ہوتا ہے بلکہ اس صورت میں اتباع کرنے میں اندیشہ ہوتا ہے۔ بہر حال اتباع کامل سے محبت پیدا ہوتی ہے یا محبت صادق سے اتباع کامل نصیب ہوتی ہے اور وہی فنائیت ہے

وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ

اور اگر ڈرو کہ نہ انصاف کر سکو گے یتیم لڑکیوں کے حق میں تو نکاح کر لو

لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ (نساء)

جو اور عورتیں تم کو خوش آویں دو دو، تین تین، چار چار

تفسیر اس آیت میں شرط وجزا ہے اور معنی یوں ہیں اگر خوف کرتے ہو کہ عدل نہ کر سکو گے یتامیٰ میں، تو نکاح کر لو اور عورتوں سے جو خوش آویں تم کو دو دو، الخ یعنی اگر یتامیٰ کے نکاح سے اندیشہ ہے تو اور عورتیں کر لو کیا ضرور ہے کہ یتامیٰ کو کرکے اندیشہ میں پڑو عورتیں بہت ہیں اور تم کو وسعت چار تک کی ہے پھر یتامیٰ ہی کا کرنا کیا ضرور ہے اور یہ ایسی شرط وجزا ہے جیسے

فان لم تفعلوا فاتقوا — اگر تم نہ کر سکو تو آگ سے

النار - الآیۃ — ڈرو

اول سورۂ بقر میں ہے نصوص میں مفہوم مخالف امام صاحب کے نزدیک نہیں ہوتا اور امام شافعی صاحب جب مفہوم لیتے ہیں کہ قید کا کوئی اور فائدہ نہ ہو پس اب کوئی وجہ اشکال وخفا کی نہیں۔ (لطائف رشیدیہ)

وَلَا تَنۡكِحُوۡا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمۡ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدۡ

اور نکاح میں نہ لاؤ جن عورتوں کو نکاح میں لائے تمہارے باپ۔ مگر جو پہلے ہو چکا

سَلَفَ ؕ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّمَقۡتًا ؕ وَسَآءَ سَبِيۡلًا (النساء)

یہ بے حیائی ہے۔ اور کام ہے غضب کا اور برا چلن ہے۔

تفسیر جس نے اپنی منکوحہ کی مادر سے زنا کیا اس کی زوجہ اس پر حرام ہو گئی خواہ زوجہ مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حرمت مصاہرت ثابت ہوتی ہے۔ بوجہ جزئیت کے نہ کہ بوجہ حرمت فعل کے۔ اس کی دلیل سورۃ نساء کی آیت لا تنکحوا الآیۃ ہے۔ اس میں خطاب صحابہ کو اور من بعد کو ہے۔ اور ما نکح۔ نکاح عام ہے مشروع ہو یا غیر مشروع۔ مطلق کو مقید کرنا درست نہیں ہے اور اس زمانہ میں بعض نکاح وہ تھے کہ محض زنا ہوتے ہیں۔ چار قسم کے نکاح تھے۔ ایک قسم تو حلال اور تین قسم زنا تھے۔ پس حق تعالیٰ نے فرمایا کہ جس سے تمہارے آباء نے نکاح کیا اس سے تم نکاح مت کرو۔ پس جب یہاں نکاح غیر مشروع جو زنا تھا موجب حرمت مصاہرت ہوا سب جگہ ہو گیا۔ اور اس حدیث میں جو زمعہ کی ام ولد سے عتبہ نے زنا کیا تھا اور حضرت علیہ السلام نے حکم دیا

الولد للفراش وللعاهر الحجر — بیٹا شوہر کا ہے اور زانی کو تو محرومی ہے

مگر بنت زمعہ کو پردہ کا حکم دیا تھا اس وجہ سے کہ شبیہ عتبہ کی اس میں تھی۔ تو زنا کو کہ حرام فعل تھا۔ رعایت فرما کر پردہ کا حکم دیا تھا۔ اگر زنا کا اعتبار نہ ہو تو پردہ محرم سے کیا وجہ تھی۔ یہ تقریر بسیط طالب بغور سمجھ سکتا ہے۔ (لطائف رشیدیہ)

تشریح بات دراصل یہ ہے کہ حضرت امام شافعی صاحبؒ زنا کو سبب حرمت مصاہرت نہیں مانتے۔ ان کا فرمانا ہے کہ۔ مصاہرت ایک نعمت ہے اور نعمت کا سبب فعل حرام نہیں ہو سکتا۔ اس لئے وہ باپ کی مزنیہ سے نکاح جائز قرار

دیتے ہیں ایسے ہی زنا سے پیدا شدہ اولاد اور نکاح سے پیدا شدہ اولاد میں حرمت مصاہرت قرار نہیں دیتے۔ امام اعظم ابو حنیفہؒ کا ارشاد یہ ہے کہ وطی خواہ حلال ہو یا حرام اس سے جو اولاد ہوتی ہے وہ جز ہوتی ہے ماں اور باپ کا اور ایک جزو دوسرے جزو کے لئے حرام ہے۔ جیسے نکاح کے ذریعہ حرام ہے ویسا ہی زنا کے ذریعہ حرام ہے کیونکہ مَا نَکَحَ میں ماعُومیت پر دلالت کرتا ہے۔ اس سے عام نکاح مراد ہیں خواہ وہ نکاح مشروع ہو یا وہ نکاح (بمعنی وطی) غیر مشروع دوسرے آیت مطلق ہے اس میں مشروع اور غیر مشروع کی قید نہیں ہے۔ اس لئے نکاح کو مشروع کی قید سے مقید کرنا غلط ہے اور زیادتی ہے۔

حدیث شریف کی شرح میں حضرت قدس سرہ نے ارشاد فرمایا کہ عتبہ کے زنا سے زمعہ کی باندی کے جو لڑکی پیدا ہوئی وہ نسبت کے اعتبار سے اگر بنت زمعہ تھی اور حقیقۃً بنت عتبہ تھی اور عتبہ سے پردہ جائز نہ ہونا چاہیئے تھا۔ کیونکہ اس صورت میں عتبہ کی محرم تھی لیکن اس کے باوجود پردہ کا حکم دیا۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ زنا فعل حرام ہے اور اس سے جو بیٹی پیدا ہوئی ہے اس سے نکاح کرنا حلال نہیں ہے اس لئے وہ بھی نامحرم کے درجہ میں ہے

وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَىٰ أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِنْكُمْ مِنَ

اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں یا کوئی آیا ہے تم میں جائے سے

الْغَائِطِ أَوْ لَامَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا

یا پاس گئے ہو عورتوں کے پھر نہ پاؤ تم پانی تو قصد کرو مٹی پاک کا

صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ مِنْهُ

اور مَل لو اپنے منہ اور ہاتھ اس سے۔ (سورۂ مائدہ)

تفسیر | اول یہ بات سن لینی ضرور ہے کہ جواز تیمم بالغبار کے لئے یہ شرط ضرور ہے کہ غبار ہاتھوں کو یقیناً لگے اور اگر غبار ہاتھوں کو یقیناً نہ لگے تو تیمم کسی کے نزدیک بالاتفاق درست نہ ہوگا۔ قال اللہ تعالیٰ فامسحوا بوجوھکم وایدیکم منہ۔ اور بدیہی امر ہے کہ مسح بالغبار بدون مساس غبار کے یدین کو یا مواضع تیمم کو ہرگز حاصل نہیں ہو سکتا تو بس غبار کا لگنا یدین کو اور پھر مواضع تیمم یا مواضع تیمم کو بلا واسطہ یدین۔ اور فعل تیمم کا اس کے ساتھ ہونا چاہیئے۔ چنانچہ تفصیل اس کی کتب فقہ میں مسطور ہے۔ تاکہ فعل مسح بالغبار کہ مضمون تیمم بالصعید کا ہے حاصل ہو جاوے بخلاف حجر کے مثلاً اوس میں کسی جزو کا لگنا ہاتھوں کو ضرور نہیں کیونکہ مسح الیدین وہاں بہر حال **حاصل** ہے اور یہی امر کتب فقہ سے بھی **ماخوذ** اب بعد تحقیق اس امر کے عبارات کتب اور روایت اسبیجابی میں کچھ تعارض و تخالف نہیں بلکہ دونوں کا مطلب ایک ہی ہے۔ کیونکہ تاترخانیہ اور محیط وغیرہما کا مقصود یہ ہے کہ غبار ہاتھوں کو لگ جاوے تب تیمم اس سے کرے۔ کما قال

فاذا وقع الغبار علیٰ یدیہ	پس جب غبار ہاتھوں پر واقع ہو تو
تیمم اوینفض ثوبہ حتی	تیمم کرے یا جھاڑا کسی نے کپڑا اس
یرتفع غبارہ فیرفع یدیہ	سے غبار اڑا تو اس غبار میں۔ فضا میں
فی الغبار فی الھواء فاذا	ہاتھ بلند کر دیئے۔ پس اگر یہ غبار
وقع الغبار علیٰ یدیہ تیمم	ہاتھوں پر پڑا تو تیمم جائز ہے۔

(تاترخانیہ)

اور اسبیجابی کی عبارت

وان الحنطۃ اوالشی الذی لا	اور گیہوں یا وہ چیز کہ جس پر تیمم
یجوز علیہ التیمم اذا کان علیہ	جائز نہیں ہے۔ اگر اس پر مٹی ہو۔

التراب فضرب بیدیه علیه	پس اس پر ہاتھ مارا اور تیمم کر لیا
وتیمم ینظر ان کان	دیکھنا چاہیئے کہ اگر ہاتھ کے مارنے
اثرہ بمد الیدہ علیہ جاز والا	سے ہاتھ پر گرد کا اثر ظاہر ہو تو جائز
فلا۔	ورنہ جائز نہیں۔

وعلیٰ ہذا دیگر روایات کا سب کا ماحصل یہ ہی ہے اگرچہ بعض عبارت یا صرح عبارت تصریح کرتی ہیں اور بعض میں چنداں وضاحت سے بیان نہیں کیا۔ اور محتاج بیان نہ جانا کہ متفق علیہ الائمہ اور بدیہی تھا۔ حاجت تصریح نہیں جانی۔ اور اسبیجابی کا مقصد یہ امر ہے کہ مدیدین سے اثر غبار کا یدین پر ظاہر ہو جاوے۔ اگرچہ قلیل ہی ہو مگر مس الغبار یقیناً محقق ہو جاوے۔ اس میں تردد نہ رہے۔ اب مد کے معنی حقیقی لینے میں کچھ حرج نہیں اور مد کو معنی ضرب کے لینے کی کوئی ضرورت نہیں کہ مقصود واضح ہے

فقولہ۔ یستبین اثرہ ای اثر الغبار علی الیدین بمد الیدیہ ای المتیمم علیہ ای علی الشیٔ

لفظ علیہ کا متعلق یہ مد ہے نہ کہ یستبین۔ تو معنی یہ ہوں گے کہ اگر ظاہر ہوئے اثر غبار کا ہاتھوں پر بسبب مدیدین شے غیر جنس الارض کے تو تیمم درست ہووے گا التزاق غبار بالیدین جزماً حاصل ہوا۔ اور اگر اثر غبار ہاتھوں پر ظاہر نہیں ہوا تو وجود غبار ہی میں شک ہے پھر تیمم صحیح نہ ہوگا۔ کہ فامسحوا کا مصداق درست نہوا۔ اور یہ مراد اسبیجابی کی محیط وغیرہ کے مطابق ہے۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ شے غیر جنس الارض پر بسبب کثرت غبار کے خط پیدا ہو جاوے۔

اور یہ ترجمہ اس سبب سے ہوا کہ قولہ علیہ کو یستبین کے متعلق کیا گیا تو ترجمہ یوں ہو گیا کہ "ظاہر ہو جاوے اثر شے پر بسبب مد کے" حاشا و کلا ترجمہ یہ نہیں بلکہ ترجمہ وہ ہے کہ تو معروض ہوا ظاہر ہو جاوے اثر ہاتھ پر بسبب مد کے شے پر

اور علیہ متعلق مد کے ہوگا کہ لفظ مد کا اقرب ہے یستبین سے اور اقرب احق بالتعلق ہوتا ہے۔ اور یہ سب تکلفات اس لفظ علیہ کے یستبین کے ساتھ لگالینے سے کرنے پڑے ورنہ کچھ بات نہ تھی

اور غرض اسبیجابی کی یہ ہے کہ عوام وقت تیمم کے چادر تکیہ کو ہاتھ مارتے ہیں۔ اور اس میں سے کچھ گونہ غبار مرتفع ہوتا بغور معلوم ہوتا ہے کہ جس میں شک ہے کہ ہاتھ کو غبار لگا یا نہیں بلکہ جزماً معلوم ہوتا ہے کہ غبار نہیں لگا کیونکہ ہاتھ بطن تکیہ پر مارے گئے اور غبار بمزاحمت وضم تکیہ کے اوپر کو مرتفع ہوا تو ہاتھوں کو غبار ہرگز نہیں لگا کہ ظاہر تکیہ پر اس قدر غبار نہیں تھا کہ ہاتھوں کو مس کرتا۔ تو اسبیجابی اس تیمم کو ناجائز کہتا ہے کہ ایسے وہمی غبار سے کہ التزاق بالید میں تردد کیا بلکہ یقین عدم ہے تیمم نہیں ہوتا

جب بحر محقق حنفی اوسکو قبول کر کے بساط پر تیمم کرنے میں ظاہراً عدم جواز کا قائل ہو۔ اور محشی بحر کا رملی بھی اصل مسئلہ کو قبول کرتا ہے اور لکھتا ہے۔

بل الظاهر التفصيل ان استبان	بلکہ ظاہر تفصیل ہے کہ اگر اثر مٹی کا
اثره جاز والا فلا لوجود الشرط	ظاہر ہوا تو جائز نہیں تو بوجہ شرط پائے
خصوصا فی ثیاب ذوی الاشغال	جانیکے خصوصاً مزدوروں کے کپڑوں میں

اس کو نقل کر کے رد مختار نے بھی کہا۔

وحسن فلذا جزم به الشارح	یہ قول اچھا ہے اسی وجہ سے شارح نے اس پر جزم کیا ہے

تو غرض صاحب رد المختار بھی اسکو قبول کرتا ہے اور اس روایت اور عبارت تاتر خانیہ میں تعارض نہیں بتلاتا اور مجموعہ روایات سے یہ امر ظاہر ہوگیا کہ تعلق غبار کا ہاتھوں کو ہونا شرط ہے خواہ کسی طرح ہو خواہ کسی قدر ہو۔ ہاں یہ کہ التزاق

غبار بالیدین اس قدر کثرت سے ہو کہ بالنظر محسوس ہو جائے البتہ یہ شرط کسی کتاب میں نہیں لکھی اور نہ یہ مراد اسبیجابی کی ہے۔ مگر التزاق الغبار بالیدین جزماً لاریب ضروری ہے۔ جس سے مسح کا مضمون حاصل ہو جائے۔ اور وہی مراد اسبیجابی کی ہے کہ یستبین اثرہ کے معنی ہیں۔ اور اس امر میں وہ تمام شروح و متون وفتویٰ سے متفق ہے۔ جہاں اس امر میں شک ہوگا تیمم بھی روا نہ ہوگا فقط۔

(لطائفِ رشیدیہ)

تشریح حضرت قدس سرہٗ نے مذکورہ بالا عبارت میں آیتہ تیمم کے الفاظ۔ مسح بالید۔ بالصعید کو سامنے رکھتے ہوئے فقیہانہ کلام کیا ہے اور فقہاء کی عبارتوں کے بظاہر تعارض کو قرآن پاک کی روشنی میں دور کر کے حنفی فقہ کی حقانیت کو بدلائل ثابت کیا ہے۔

اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ

یہ جو ہے شراب اور جوا اور بت اور پانسے یہ سب گندے کام ہیں

مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ (مائدہ)

شیطان کے سو ان سے بچتے رہو۔

تفسیر جو مال قمار سے حاصل ہوا ہو وہ حرام ہے لقولہ تعالیٰ انما الخمر الآیۃ اور لقولہ تعالیٰ

یاایھا الذین امنوا لاتاکلوا — ایمان والو! تم اپنے مال آپس میں

اموالکم بینکم بالباطل۔ آیۃ — باطل طور پر نہ کھاؤ۔

علی بعض التفسیر۔ اور ہر گاہ کہ قمار کو حق تعالیٰ نے حرام فرمادیا تو جو مال بذریعہ قمار حاصل ہوئیگا وہ سب حرام۔ سحت۔ خبیث ہوئیگا۔ اور یہ شبہ کہ فعل انتقام

کو حرام فرمایا ہے نہ کہ مال محصلہ باستقام کو یہ عجیب شبہ ہے۔ اولاً حرمت اس فعل کی بعینہٖ حرمت تحصیل مال کے اس ذریعہ سے ہے کیونکہ قمار لغۃً خود تحصیل مال بایں اوضاع کا نام ہے پھر اس کے کیا معنٰی ہوئے کہ قمار مت کر یعنی تحصیل مال اس طرح مت کر۔ نہی وارد ہوئی اور فعل ہی حرام رہا۔ مال محصل حرام نہوا۔ مثلاً غصب مت کر۔ سرقہ مت کر۔ تو غصب و سرقہ حرام ہوا اور مال ماخوذ حرام نہ ہوا ؟۔

ان ھٰذا الشئ لعجاب — یہ بہت عجیب شے ہے

عاقل جانتا ہے کہ غرض اس نہی سے تحریم مغصوب و مسروق و مال قمار ہے نہ کہ ایسا کھیل مت کیا کرو اور جو کر لیا تو گناہ تو ہو گیا مگر مال حلال طیب ہے کھایا کرو یہ تو گویا ترویج و تقریر اس فعل کی ہو گئی۔ دوسرے یہ کہ نہی افعال حسیہ سے تحریم اس فعل کی ہوتی ہے اصلاً۔ اور نہی فعل شرعی سے تقریر مشروعیۃ فعل کی ہوتی ہے اور نہی اس میں لامر عارض ہوتی ہے اس کی بحث مشبع (پوری) اصول میں ہے۔ قمار افعال حسیہ میں ہے۔ پس نہی اس کی تحریم اس کی ہے لذاتہٖ۔ پس جس عقد میں قمار ارکان کے مواقع میں ہو یگا۔ وہ عقد باطل لذاتہٖ ہو یگا۔ اور کسی وجہ سے مشروعیۃ اس میں نہیں پائی جاوے گی۔ ہاں اگر شرائط میں قمار ہو اور ارکان عقد کی سالم ہوں تو البتہ فساد عارضی ہو یگا۔ بطلان نہ ہو یگا۔ جیسا بیع بالقاء حجر مثلاً۔ اگر مبیع موجود ہو اور ثمن مقرر ہو چکا پس باطل اور فاسد میں فرق ہوا۔ باطل باصلہٖ حرام ہے اور فاسد بوصفہٖ اور قمار مروّج باصلہٖ حرام اور عقد باطل ہے اور جو مال اس سے حاصل ہو یگا۔ وہ حرام خبیث۔ بحکم مغصوب ہے یا امانت علی اختلاف الروایۃ بعد تحقیق اس کے دوسرے شبہ کا جواب بھی ظاہر ہو گا۔

یہ جانور قمار کا ملک قابض کی نہیں ہوتا۔ اور تبدل ہزار ید (قبضہ) سے بھی

خبث و حرمت اس کی زائل نہیں ہوتی اور ہرگز مثل بیع فاسد کے نہیں بلکہ بیع باطل ہی رہی۔ یہ بات کہ جوئے اور ہر بات کی تحقیق کرے یہ حکم شرع کا نہیں ہے کہ ہر ہر چیز کو پوچھا کرے۔ ظاہر حال پر بنائے حکم ہے اور حرمت علم کے ساتھ دائر ہے

فخر عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے موزہ دار الحرب کو استعمال فرمایا اور کچھ نہیں پوچھا پنیر کھایا اور کچھ سوال نہیں کیا۔ لہٰذا فقہاء نے ظاہر حال پر اعتماد فرمایا ہے۔ اور اصل سے شے کو اباحت قرار دیا ہے۔ ہاں جس میں شبہ ہو اس کو دریافت کرے ورنہ کچھ ضرورت نہیں رہا کفار کا معاملہ سو اگر اس کی تقریر مشبع کیجا دے۔ تو طول ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ کفار اگر باہم قمار کھیلیں۔ اور جانور کسی کو قمار سے ملا۔ تو وہ جانور ملک کافر کی ہو جاتا ہے پھر وہ اگر قصاب کے ہاتھ فروخت کرے۔ تو اس میں حرمت نہیں ہوتی۔

تشریح | یہاں تک حضرت قدس سرہٗ نے آیت کے ایک جزو۔ یعنی میسر (جوا) وغیرہ سے حاصل شدہ مال کے متعلق حکم تحریر فرمایا اور اسی کے ساتھ اصولی طور پر بعض جزئیات کی طرف بھی اشارہ کر دیا۔ اس کے بعد آیت کے دوسرے جزو نجاست خمر کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں۔

تفسیر | نجاست خمر کی آیت رجس من عمل الشیطان سے ثابت ہے۔

قال فی القاموس۔

الرجس بالکسر القذر والمآثم	رجس زیر کے ساتھ گندگی
وکل ما استقذر من العمل	اور گناہ اور ہر بُرے گندے
(قاموس)	فعل کو کہتے ہیں۔

صراح میں ہے۔

رجس بالکسر پلیدی و عفونت وخشم — رجس زیر کے ساتھ پلیدی عفونت اور خشم کو کہتے ہیں۔

مجمع البحار میں ہے۔

الرجس والقذر، وقد یعبر بہ عن الحرام والفعل القبیح — رجس گندی کو کہتے ہیں اور کبھی فعل حرام اور فعل قبیح بھی مراد ہوتا ہے

اب بروئے لغت ثابت ہوا کہ رجس کے معنیٰ نجس ہیں۔ اور قبیح العمل وغیرہ دیگر معنی گو اس کے آتے ہیں مگر معنی نجس کو مزاحم نہیں۔ کیونکہ رجس شدت منع ومبالغہ تحریم میں اطلاق کیا جاتا ہے۔ اور اعلیٰ درجہ کی حرمت وقبح اس وقت پائی جاتی ہے کہ ضرور نجاست قوی اس میں موجود ہو۔ اور عند الاطلاق فرد کامل ہی مراد ہوتا ہے اور ایسے قوی الحرام کو نجاست لازم ہے۔ تو گویا نجس معنیٰ اصلی ہیں اور دیگر معانی بوجہ مبالغہ ومشابہت بولے جاتے ہیں۔ چنانچہ مجمع کا اسلوب بیان اس کا شاہد ہے۔ حیث قال الرجس القذر الخ۔ اور قاموس اور صراح کا تقدیم ذکر پلیدی اور قذر کو بھی اس پر دال ہے۔ وعلیٰ ہذا مفسرین کی عبارت کو بھی دیکھنا چاہیے۔ بیضاوی نے کہا ہے

رجس قذر یعاف عنہ العقول — رجس وہ گندگی جس سے عقلیں نفرت کریں

جلالین میں ہے

رجس خبیث مستقذر — رجس خبیث اور پلیدی ہے

قال المدارک

رجس نجس او خبیث او مستقذر — رجس نجس ہے یا خبیث یا گندگی

چونکہ نجاست شے کی موجب نہایت غیاثۃ طبع وقباحت کا ہے تو غایت درجہ کی حرمت جو نجاست کو لازم ہوے گی قال اللہ تعالیٰ

اَوْ لَحْمَ خِنْزِیْرٍ فَاِنَّہٗ رِجْسٌ   یا سور کا گوشت پس وہ ناپاک ہے۔

اور یہ امر ظاہر ہے کہ حرمت ذوات محرمہ کی جو لا الکرامت (بلا کرامت جیسے انسان کے گوشت کی حرمت کرامت کی وجہ سے ہے) تو یا بوجہ ضرر کے ہے یا نجاست کے اور کامل حرمت وہ ہے جو جامع بین الشیئین ہو۔ یہ کلیہ شرع کلیہ ہے پس جس عین کو شارع نے بلفظ رجس فرمایا وہ نجس ومضر اعلیٰ درجہ کا ہوگا۔ اور جو ایسے اعیان ہیں کہ عقلاً وہاں نجاست کا احتمال نہیں وہ اعلیٰ درجہ کے گناہ ہو کر موجب نہایت ضرر دینی و دنیاوی کے ہو وینگے جیسا کہ مثلاً نصب ازلام کہ ذوات ان کی محل نجاست نہیں بلکہ ہیئت عارضہ خشب وحجر کی ہے اور محض اضافت معصیتہ سے حرام ہوگیا ہے اور بس سو وہ بحکم عقل اس کلیہ سے خارج ہیں پس اب واضح ہوگیا کہ رجس کا لفظ وارد قرآن شریف موجب نجاست خمر ہے اور یہ لفظ ایسا صریح لغوی تھا کہ بنزول اس کلمہ کے کسی فرد صحابہ کو اس کی نجاست میں تردد نہ ہوا اور حاجت مراجعت از فخر عالم علیہ السلام نہ رہی۔ بنور سماع نادی، بلا مراجعت وتامل شراب گرادی اور مٹکی توڑ ڈالی کما ورد فی الحدیث۔ اور فخر عالم علیہ السلام نے بھی مضرت مالی کا کچھ خیال نہ فرمایا اور ارشاد یا ہراق الخمر وکسر الدنان فرمایا۔ (یعنی شراب بہا دینا اور مٹکے توڑ دینا) اور مثلاً بیڑہ میتہ کے کہ

هلا اخذتم اهابها   تم اس کا چمڑہ کیوں نہیں لیتے۔

اس میں حکم ہوا تھا باآنکہ

حُرِّمَتْ عَلَیْکُمُ الْمَیْتَۃُ۔   تم پر مُردار حرام کیا گیا ہے

وہاں بھی وارد قرآن تھا۔ خمر کی کسی طرح اصلاح یا امراد سکے استعمال کا طلا وغیرہ میں اگا ہے ارشاد نہ ہوا تو ظاہر دلیل نجاست کی ہے۔ ایسی نجس قوی کا استعمال کسی وجہ سے درست نہیں کہ من کل الوجوہ نجس اور غالب الضرر ہوئے یہیں وجہ نجاست مغلظہ

ن کی متفق علیہ ٹھہری اور پھر تا آخر حیات شارع علیہ السلام نے وہ حکم عدم اقتراب خمر بیعاً شرا تمسکاً رکھا پس یہ سنت صریح نجاست خمر کی ظاہر باہر ہے۔ اور پھر نقراض قرون ثلاثہ اور مابعد اس کے کسی عالم معتبر کو اس کی نجاست میں اختلاف نہ ہوا تفاق سب اوسکو حرام نجس مغلظ فرماتے رہے اس سے زیادہ کونسا اجماع ہو دیگا ں نجاست اوسکی نص قطعی قرآن سے بعبارت النص ثابت ہوئی اور سنت مستقرہ ر اجماع امت اوسکے مطابق ہوا۔ اب تامل نجاست خمر میں بے محل ہے۔ اور پس ر قرآن شریف میں رجسٌ خبر لفظ انما الخمر کی ہے اور معطوفات کے اخبار محذوف ہیں ما قال البیضادی۔

وافرادہ لانہ خبر للخمر وخبر	اور افراد اس کے خمر کی خبر ہیں اور
المعطوفات محذوف	دیگر معطوفات کی خبر محذوف ہے۔

اور یہ اصل ترکیب ہے۔ کہ معنی حقیقی ہیں اور حذف نکالنا مجاز لغوی ہے۔ جب ب حقیقی معنی درست ہوسکیں مجاز کو اختیار کرنا درست نہیں کہ اصل کلام میں حقیقت ہے نہ مجاز اور یہ قاعدہ مقررہ عرب وعجم واصول کا ہے پس جب معنی انما الخمر رجسٌ کے الخمر نجس لغۃً حقیقۃً درست ہوئے۔ اب ارتکاب دیگر تکلفات حذف وغیرہ فضول ہے اور جب اخبار معطوفات کے محذوف ہیں تو الخمر رجس کے معنی واحد حقیقی رہے وم مشترک کا خدشہ بھی رفع ہوگیا کیونکہ اس رجس مذکور میں وہی معنی تام حقیقی مراد ہوئے ر اخبار محذوفہ میں دوسرے معنی اگر ہوں تو کیا حرج ہے کہ وہاں قرینہ عقلیہ موجود ہے ونکہ میسر معانی سے ہے وہ نجس نہیں ہوسکتا اور انصاب اور ازلام حجر وقداح وہ بھی نجس ہیں ہوسکتے اب رہا صاحب کبیر کا کہنا۔

والرجس فی اللغۃ کل ما استقذر	رجس لغت میں ہر وہ چیز جو گندے اعمال
من عمل یقال رجس الرجل رجساً	سے ہو کہا جاتا ہے رجس الرجل رجساً

اذا عمل عملا قبیحا	جب کوئی بُرا عمل کرے

ہرگز مضر نہیں کیونکہ لغت میں معنی رجس کے قبیح العمل کے بھی آتے ہیں جیسا نجس کے آتے ہیں اگرچہ معنی نجس اصل و المل ہیں چنانچہ قاموس وغیرہ سے اوپر منقول ہوچکا اور کبیر نے حصر معنی رجس کا قبیح عملی میں نہیں کیا اگر کرتا تاہم معتبر نہ تھا۔ کہ خلاف لغت کے ہے بلکہ وہ خود رجس کے معنی نجس ہونے کا قائل ہے۔ قال

اولحم خنزیر فانہ رجس ومعناہ	یا گوشت سور کا پس وہ رجس ہے اور
انہ تعالی انما حرم لحم الخنزیر	معنا اس کے یہ ہیں کہ اللہ تعالی نے سور
لکونہ نجسا۔	کا گوشت حرام کیا ہے بوجہ اسکے ناپاک ہونیکے

پس ثابت ہوا کہ رجس کے معنی نجس کے اس کے نزدیک بھی محقق ہیں مگر چونکہ اوس نے یہاں اپنی تفسیر میں معنی مجازی کو لیا کہ مجاز حذف اختیار کیا لہذا یہ معنی بیان کئے اور پھر توت معنی رجس کی بیان کرکے نجاست کا اثبات چاہا۔ کہ کمال قوی الحرمت وشدید القباحت نجس ہی ہوتا ہے کما قررناہ۔ وہ خود دوسری جگہ کہتا ہے

واما الخمر فالجواب عنہ انہا	لیکن خمر پس جواب اس کے بارے
نجسۃ فیکون من الرجس فالمراد	میں یہ ہے کہ وہ ناپاک ہے پس
من تلک الاضافۃ المبالغۃ فی	رجس ہے پس مراد اس اضافت سے
کمال قبحہ۔	اسکے کمال قبح میں مبالغہ ہے۔

جس سے ظاہر ہوا کہ کمال قبح کو نجاست لازم ہے۔ مگر جس جگہ استثنا عقلی موجود ہو اور نجس بھی ہو۔ اسکے نزدیک رجس میں داخل ہے۔ بقولہ فیکون من الرجس اور بالا تقریر ہوچکی رجس کامل کو نجس لازم ہوویگا پس کبیر کی یہ تفسیر کسی حال میں مضر نہ ہوئی بیضادی نے بھی اول یہ تفسیر کرکے دوسری توجیہ وحدت خبر کی حذف مجاز کی طرح ذکر کی ہے بقولہ او المضاف محذوف کا۔ قال اما تعاطی الخمر (خمر کا معاملہ کرنا)

مگراس احتمال سے وہ احتمال اول حقیقی رفع نہیں ہوتا۔ بلکہ متبادر واحق وہی ہے۔ معہذا اس صورت مجاز میں بھی۔ باطلاق لفظ رجس و حصول شدت معنوی نجاست ثابت ہو جاتی ہے۔ اور علیٰ ہذا اور لوگوں کا ترجمہ لفظ رجس کا محل تامل نہیں جبکہ لغت سے ثابت ہو چکا کہ رجس بمعنی نجس ہے فقط سو دونوں اشکال سائل کے رفع ہوئے اعنی نجس معنی رجس کے ثابت ہوئے اور اطلاق لفظ رجس کا عین لفظ خمر پر صحیح ہوا۔ اور میسر، نصب، ازلام کا نجس نہ ہونا بھی معلوم ہو گیا۔ اور لفظ عمل الشیطان۔ از قسم زید عدل ہے کہ موروث نہایت مبالغہ کا ہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ انہ عمل غیر صالح الخ پس اخراج لفظ تعاطی کی کچھ حاجت نہیں اور ہو سکتا ہے کہ اس کے اول حذف مبتدا کیا جاوے اے "افترا، بہ من عمل الشیطان" اور جملہ خبر ہو جاوے اور ہو سکتا ہے کہ عمل بمعنی معمول ہوئے اور شراب معمول بالقاء الشیطان ہوتی ہے۔ تو قلوب میں اسکی لذت اور خوبی ڈال کر بنوا تا ہے اور جو معمول اور مزین بالقاء الشیطان ہو دیگا۔ وہ خود اعلیٰ درجہ کا رجس و نجس ہو دیگا۔ لہذا بیضاوی نے کہا

من عمل الشیطان لانہ مسبب	وہ عمل شیطان ہے اس لئے کہ وہی
من تادیلہ وتزیینہ۔	اس کی تادیل تزیین کیلئے سبب ہے

پس حمل عمل شیطان کا عین الخمر پر بہت عمدہ اور بلیغ ہوا۔ اور تحصیل مطلب کے واسطے اعلیٰ طریقہ پیدا ہو گیا۔ پس کچھ خدشہ نہیں اور صراحت ہر طرح پر نجاست خمر ثابت ہو گئی۔ (لطائف رشیدیہ)

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ وَّجَعَلَ مِنْھَا
وہی ہے جس نے پیدا کیا تم کو ایک جان سے اور اسی سے بنایا اس کا

زَوْجَھَا لِیَسْکُنَ اِلَیْھَا فَلَمَّا تَغَشّٰھَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِیْفًا
جوڑا تاکہ اس کے پاس آرام پکڑے پھر جب مرد نے عورت کو ڈھانکا حمل رہا ہلکا سا حمل

فَمَرَّتْ بِهٖ فَلَمَّا اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّھُمَا لَئِنْ اٰتَیْتَنَا
تو چلتی پھرتی رہی پھر جب بوجھل ہوگئی تو دونوں نے پکارا اللہ اپنے رب کو اگر تو بخشے ہم کو

صَالِحًا لَّنَکُوْنَنَّ مِنَ الشّٰکِرِیْنَ فَلَمَّآ اٰتٰھُمَا صَالِحًا
چنگا بھلا تو ہم تیرا شکر کریں۔ پھر جب دیا ان کو چنگا بھلا

جَعَلَا لَهٗ شُرَکَآءَ فِیْمَآ اٰتٰھُمَا فَتَعٰلَی اللّٰهُ عَمَّا یُشْرِکُوْنَ
تو بنانے لگے اسکے لئے شریک اسکی بخشی ہوئی چیز میں سو اللہ برتر ہے ان کے شریک بنانے سے

تفسیر بیضاوی و مدارک وغیرہ میں بعض مفسرین کو یہ اشکال ہوا ہے کہ انبیاء علیہم السلام باتفاق شرک سے معصوم ہیں پھر نسبت بابو البشر علیہ السلام کس طرح درست ہو لہٰذا انھوں نے نسبت شرک اولاد آدم کی طرف تقریر اس کی یہ ہے کہ اول حق تعالیٰ نے ھو الذی خلقکم میں خطاب اولاد کو فرما کر۔ اپنا غلام خانہ زاد ہونا اور ہر طرح منت و احسان خداوندی میں مستغرق ہونا فرمایا۔ کیونکہ مخلوق ذات کے بعد کوئی منت کا باقی نہیں رہتا۔ اور طرز خلق سے آباء و اجداد الی النھایۃ عبد مخلوق ہونا ثابت فرمایا کہ خلقکم من نفس واحدۃ۔ کہ وہ نفس واحد بھی مخلوق عبد تھا اور پھر جعل منھا زوجھا کو ثابت کیا پھر ان دونوں سے طور ظہور اولاد کو فرمایا۔ اور کہا

فلما اٰتٰھما صالحًا
جب ان کو دیا بھلا چنگا

یہاں حذف کیا ہے کہ ولد صالح پیدا ہوا۔ اور پھر اس سے آگے اولاد چلی اور خلق کثیر ہوئی کہ سب کے سب غلام ابن غلام ہوئے معہذا تم غلام در غلام بچوں نے

کہ مخاطب ہیں اولاد آدم۔

جعلا لہ شرکاء — اس کا شریک بنایا۔

ای جعل اولادھما۔ یہاں حذف مضاف کیا۔ کہ اولاد کا لفظ تھا۔ بقرینہ سابق کہ خطاب اولاد کو ہے۔ اور بقرینہ لاحق کہ فرمایا عما یشرکون بلفظ جمع کہ ضمیر اولاد کی جو خلقکم کی جمع ضمیر میں مذکور ہے۔ راجع ہے۔ ورنہ عما یشرکان فرماتے۔ اور قرینہ سابق ولاحق کے جمع سے حذف مجاز جائز ہے۔ اور اشکال رفع ہو گیا۔

اول میں خطاب بوجہ احسان کے ذکر کے مناسب ہے کہ منت واحسان حاظر پر ابلغ واشد ہوتا ہے۔ اور آخر میں غیبت اسواسطے مناسب ہوئی کہ اس کا لفظ غیبوبت کو داعی غایۃ علو مکان کو غیبت واجب ہے۔ معہذا مشرک انہماک غفلت میں محسن سے غائب وغافل ہوتا ہے۔ حضور میں شرک غیر ممکن ہے۔ پس اس تقریر سے اشکال رفع کیا باقی نسبت شرک اگرچہ مجازاً آدم وحوا کی طرف اس میں یہی کچھ نکتہ ہے۔ گو مجکو نہ آوے یا آیا۔ اور بیان میں طول جانا مگر اس عاجز کو تعجب ہوتا ہے۔ کہ بیضاوی نے یہ تکلف کیوں کیا۔ گو کچھ اس میں لطف ہو۔ جب حدیث صحیح حسن اس کی تفسیر میں موجود ہے۔ ترمذی کی کتاب التفسیر میں موجود ہے۔ اور جلالین حاکم سے تصحیح اس کی کرتا ہے۔ اور فی الواقع یہاں کچھ اشکال ہی نہیں

سنو کہ شرک کلی متشکک اس کے افراد، کبیرہ، صغیرہ بلکہ مباح تک بھی ہیں۔ قولہ تعالیٰ

وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا — اور نہ شریک کرے اپنے رب کی عبادت میں کسی کو

سے ریا مراد لیتے ہیں۔ بیضاوی خود لکھتا ہے۔ اور حدیث میں بھی ہے اور بخاری نے کتاب الایمان میں "باب کفر دون کفر" لکھا ہے اور یکفرون العشیر میں کہ بمعنی کبیرہ کے ہے داخل کیا۔ سب سے زیادہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

من حلف بغیر اللہ فقد اشرک — جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی اس نے شرک کیا

کو شرک فرمایا۔ اور حدیث میں حلف بغیر اللہ آپ کے کلام میں منقول ہے مثلاً۔
"ذابیك لتبنان" مسلم میں موجود ہے۔ سو لو لو۔ پہلے تو ابو البشر میں تردد تھا۔ اب لینے کے دینے پڑ گئے کہ خود فخر عالم علیہ السلام آپ ہی تو نہی فرماتے ہیں اور شرک ثابت کرتے ہیں اور خود اس کام کو کیا اور انبیا سب معصوم عن الشرک ہیں آپ کی ذات پاک تو بہت ہی ارفع ہے۔ اگر کوئی کہے کہ آپ کی حلف قبل نہی تھی۔ تو اول تو مسلّم نہیں مگر بعد تسلیم شرک تو ہر حال میں شرک ہی ہے خواہ نہی سے قبل ہو یا بعد اور انبیا شرک سے معصوم قبل نہی امت بھی اور بعد بھی ورنہ وہاں بھی کہہ سکتے ہیں قبل نبوت آدم وہ قصہ ہوا تھا۔ کیونکہ نبوت بعد وجود امت و اولاد تھی۔ نہ قبل اذان۔

تو سنو! کہ نووی وغیرہ شراح لکھتے ہیں کہ حلف بغیر اللہ عمداً تو صغیرہ ہے اور سبقت لسانی اور عادت کی طرح مباح۔ لو دیکھو شرک کی فرد صغیرہ اور مباح نکل آئی جس سے صاف معلوم ہو گیا۔ کہ بعض افراد شرک کے مشکک ہیں۔ اور ایسی ہوتے ہیں کہ اباحت کے درجہ میں آجاتے ہیں بسبب عدم تعمد کے۔ اور وہ واقعی شرک نہیں اور نہ اسکا سرزد ہونا انبیا سے کچھ خلاف ان کی شان کے ہے۔ اور نہ عصمت کے خلاف ہے۔ پس حضرت آدم کا تسمیہ عبد الحارث بھی اسی قسم کا تھا۔ چنانچہ حدیث ترمذی میں وارد ہوا ہے۔ یہیں دقت جلالین میں فرمایا۔

جعلا لہ شرکاء بتسمیۃ عبد الحارث	عبد الحارث نام رکھ کر دونوں نے
ولا یکون عبد الا اللہ تعالیٰ و	اللہ کا شرک کیا اور عبد اللہ ہی کا ہوتا
لیس باشراك فی العبودیۃ	ہے (یہ) اشراک فی العبودیت نہیں
لعصمۃ آدم علیہ السلام	بوجہ عصمت آدمؑ کے

حضرت آدم کو یہ خیال تھا کہ حارث نام پاک حق تعالیٰ کا ہے کہ خلق حرث و کسب سب اسکی طرف سے ہے۔ پس بسبب ناواقفیت کے عبد الحارث نام رکھا

اور تعمداً معصیت نہیں کی۔ کہ خطاءِ اجتہادی یا زلہ تھی۔ مگر چونکہ۔

حسنات الابرار سیئات المقربین	ابرار کی نیکیاں مقربین کے لئے گناہ ہیں۔

اس عدم تحقیق پر عتاب فرمایا۔ اور امت کو تنبیہ فرمادی کہ اس قدر غفلت بھی ارکان خدمت وادب مولیٰ تعالیٰ شانہ' میں موجب مواخذہ مقربین ہے۔ تمہاری تو کیا حقیقت ہے پس اب معنی شرک کے بھی درست رہے۔ اور نسبت بھی حقیقی رہی۔ اور حضرت ابوالبشر کی عصمت میں بھی کوئی نقصان نہ آیا اور اشکال خود مرتفع ہے۔ اور حدیث کی تفسیر بھی بموقع خود رہی۔ اور جو کوئی خواہ مخواہ تعمد کا خود دعویٰ کرے۔ تو ہم کہتے ہیں کہ قبل نبوت کے صدور صغیرہ کا خود اہل عقائد لکھتے ہیں۔ اور قبل اس تسمیہ کی کوئی نہی بھی حق تعالیٰ کیطرف سے صادر نہیں ہوئی تھی۔ چنانچہ شرح فقہ اکبر میں علی قاری لکھتے ہیں اور شرح عقائد نسفی میں بھی مذکور ہے۔

اما الصغائر فیجوز عمداً عند الجمهور خلافاً للجبائی و اتباعہ و یجوز سہواً بالاتفاق	صغیرہ گناہ جمہور کے نزدیک عمداً جائز ہیں جبائی اور ان کے متبع اس کے خلاف ہیں اور سہواً بالاتفاق جائز ہیں (شرح عقائد

الحاصل جب حدیث صحیح سے ثابت ہوا کہ یہ امر تسمیہ بعبدالحارث تھا اور یہ بھی ثابت ہوا کہ شرک کی بعض فرد مکروہ و مباح بھی ہوتی ہے۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ تسمیہ بھی اسی قسم مباح یا مکروہ میں داخل ہے۔ اور یہ بھی تحقیق ہو گیا کہ انبیاء سے لاعلمی میں ایسا تسمیہ یا امر مثل اسکے ہونا خلاف امر نہیں اور جان کر ایسی بات ہو جائز ہے۔ تو اب کیا اشکال تھا۔ بیضاوی کو اس قدر تکلیف ہوئی۔ اور بیضاوی خود ہی مقر ہے کہ لا یشرک کے معنی "لا یری" کے ہیں لہذا بندہ عاجز کہتا ہے۔ کہ اس میں اول ہی اشکال نہیں۔ اور جو کچھ وہم ہوتا تھا اسکو بیضاوی نے اپنے ذمہ تکلیف رکھ کر بجا نہ رفع کر دیا۔ اب

خلجان نہ کرنا چاہیے۔ اصول و قواعد کلامیہ عقائد کے موافق لغت۔ و حدیث کے مطابق ہے۔ اور جو کچھ فعل ابوالبشر علیہ السلام کا ہے اوسکی نظیر کلام پاک فخر المرسلین۔ خاتم النبین میں موجود ہے۔ جیسا یہاں توجیہ وجیہ سے ساحت نبوت پر خس و خاشاک وہم و اہم کا امکان نہیں وہی طرز و طریق کا سلوک مناسب ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم و احکم۔ (لطائف رشیدیہ)

تشریح حضرت قدس سرہٗ نے آیت مبارکہ کی دو تفسیریں بیان فرمائی ہیں۔ پہلی تفسیر بیضاوی و مدارک کے حوالہ سے اور دوسری ترمذی کے حوالہ سے۔ اور یہ دونوں تفسیر مفسیرین سے منقول ہیں۔ پہلی تفسیر حضرت حسن اور عکرمہ کی روایت کے مطابق ہے اور دوسری تفسیر حضرت ابن عباسؓ کی اس روایت کے مطابق ہے جو انھوں نے ابی بن کعب سے روایت کیا ہے۔ اسی حدیث کو حضرت حسن نے عن سمرۃ عن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم روایت کیا ہے۔ ترمذی نے اسی روایت کو نقل کرنے کے بعد فرمایا۔

هٰذا حديث حسن غريب — یہ حدیث حسن غریب ہے

حاکم نے بھی اسکو اپنی مستدرک میں روایت کیا ہے اور کہا ہے۔

هٰذا الحديث صحيح الاسناد — اس حدیث کے اسناد صحیح ہیں لیکن

ولم يخرجاه — بخاری و مسلم نے اس کی تخریج نہیں کی

اس حدیث میں ایک راوی عمر بن ابراہیم بصری ہے جس کے بارے میں ابو حاتم نے کہا ہے وہ قابلِ احتجاج نہیں ہیں لیکن ابن معین نے ان کی توثیق کی ہے۔

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے ترمذی کی روایت کو لیکر وہی فرمایا جو حضرت قدس سرہٗ نے ارشاد فرمایا ہے کہ یہاں اشراک فی العبادۃ نہیں مجازاً تو بہت سوں کو رب کہا جاتا ہے۔ مثلاً عبد الضیف اور جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے عزیز مصر کو کہا تھا

انہ ربی احسن مثوای	وہ میرا رب ہے اس نے میرا ٹھکانا اچھا کیا

یہاں رب سے مراد ربٌ فی العباد نہیں ہے۔ بہر حال جس طرح حضرت قدس سرہٗ نے تاویل کی ہے اور اسکے نظائر بیان فرمائے ہیں اسی طرح قاضی صاحب نے نظائر بیان کئے ہیں غرض کہ دونوں تفسیروں کو بیان کیا ہے۔ ابن کثیر نے دونوں تفسیروں کو بیان کرنے کے بعد فرمایا ہے۔

واما نحن فعلی مذھب الحسن	ہمارا مذہب وہی ہے جو حسن بصری
البصریؒ فی ھذا وانہ لیس	نے بیان کیا کہ یہاں آدم وحوا مراد
المراد من ھذا السیاق آدم	نہیں ہیں بلکہ آپ کی اولاد میں سے
وحوا وانما المراد من ذلک	مشرکین مراد ہیں۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ
المشرکون من ذریتہ ولھذا	نے فرمایا ہے
قال اللہ تعالیٰ (فتعالی اللہ	فتعالی اللہ عما یشرکون
عما یشرکون	

یعنی حضرت حسن نے مذکورہ روایت تو ضرور بیان کی ہے لیکن تفسیر اپنی روایت کے خلاف بیان کی ہے اور یہی تفسیر ابن کثیر کے نزدیک بہتر ہے۔

ملاحظہ فرمائیے۔ ابن کثیر صفحہ ۲۷۴ ج ۲ مظہری صفحہ ۴۹۸ ج ۳

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيفَةً وَّ
اور یاد کر اپنے رب کو اپنے دل میں گڑگڑاتا ہوا اور ڈرتا ہوا اور

دُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ وَ
ایسی آواز سے جو پکار کر بولنے سے کم ہو۔ صبح کے وقت اور شام کے وقت اور

لَا تَكُنْ مِّنَ الْغَافِلِينَ۔ (الاعراف)
غافلین میں سے مت ہو۔

تفسیر ذکر جہر میں حنفیہ کی کتب کی روایات مختلف ہیں کسی سے کراہت ثابت ہوتی ہے غیر محل ثبوت میں اور بعض سے جواز ثابت ہوتا اور یہی راجح ہے۔ اور اس کی دلیل طلب کرنا بے سود ہے۔ کیونکہ مجتہدین کا خلاف ہے سواب کون فیصلہ کرسکتا ہے؟ مگر جواز کی دلیل یہ آیت ہے۔ دون الجہر بھی جہری ہے کہ ادنی درجہ گلو پھاڑنے سے منع کیا ہے۔ اور مطلق آیات و احادیث بہت جواز پر دال ہیں۔

(فتاوٰی رشیدیہ)

تشریح طریقہ چشتیہ میں ذکر جہر تعلیم سلوک میں داخل ہے۔ صوفیا کرام عموماً نفی و اثبات کا ذکر کراتے ہیں۔ ظاہر آیت سے ذکر جہری کی ممانعت مترشح ہو رہی ہے۔ اسی طرح سے قرآن پاک کی دوسری آیات سے ذکر سری کی افضلیت ثابت ہے۔ اس لئے شک ہوتا تھا کہ حضرات چشتیہ کا ذکر جہری کے بارے میں مسلک غیر صحیح ہے۔ تو حضرتؒ نے آیت مبارکہ کی تفسیر کرتے ہوئے لفظ "دون الجہر" سے جواز ثابت کیا اسی کے اوپر امام شعرانی نے اجماع نقل کیا ہے۔

اجمع العلماء سلفا و خلفاً علی	اگلے پچھلے علماء کا اجماع ہے کہ جماعت
استحباب ذکر الجماعۃ فی	بنا کر ذکر کرنے مساجد اور غیر مساجد میں
المساجد و غیرھا الا ان یشوش	مستحب ہے بشرطیکہ کسی سونے والے

جہرھم علی نائم او مصلی او   یا نمازی یا قاری کو تشویش نہ ہو۔

قاری۔   رد المحتار صفحہ ۴۸۸ ج ۱

مطلب یہ ہے کہ اس قدر جہر کی اجازت جس سے دوسرے اشخاص کے ساتھ
تزاحم لازم نہ آوے۔ مثلاً سونے والا بیدار ہو جائے یا نماز میں خلل واقع ہو۔

فَاسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ (النحل)

اہل علم سے   دریافت کرو   اگر تم   نہ جانتے ہو۔

تفسیر حق تعالیٰ نے اس آیت میں مطلق تقلید کو فرض فرمادیا ہے۔ اور تقلید کے دو فرد
ہیں۔ ایک شخصی کہ سب مسائل ضروریہ ایک ہی عالم سے پوچھ کر عمل کرے۔ اور دوسرے غیر شخصی
کہ جس عالم سے چاہئے دریافت کر لیوے۔ اور آیت بسبب اپنے اطلاق کے دونوں قسم
تقلید کو متضمن ہے۔ لہذا دونوں قسم تقلید کی ماموربہ من اللہ اور مفروض حق تعالیٰ کی طرف سے
ہیں۔ اور جس فرد تقلید پر کوئی عمل کر لیوےگا حق تعالیٰ کے حکم فرض کا عامل ہوگا۔ لہذا جو شخص
تقلید شخصی کو جو ماموربہ من اللہ ہے شرک یا بدعت کہتا ہے۔ وہ جاہل و گمراہ ہے۔ کیونکہ حق تعالیٰ
کی مخالفت میں حق تعالیٰ کے مفروض کو شرک کہتا ہے۔ اور نہیں جانتا کہ حق تعالیٰ نے جہاں
مطلق حکم فرمایا ہے۔ مکلف کو مختار فرمایا ہے۔ کہ جس فرد مقید پر چاہے عمل کرے۔ کیوں کہ
مطلق کا من حیث الاطلاق کہیں خارج میں وجود نہیں ہوتا بلکہ اپنے افراد کے ضمن میں
خارج میں موجود ہوتا ہے۔ مثلاً انسان کا وجود من حیث الاطلاق کہیں جدا نہیں پایا
جاتا۔ بلکہ افراد کے ضمن میں خارج میں ہوتا ہے۔ ایسے ہی تقلید کا وجود جدا ہو اور شخصی
و غیر شخصی کا جدا ہو یہ ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتا۔ بلکہ تقلید جہاں کہیں ہو دیگی۔ یا شخصی
کے ضمن یا غیر شخصی کے ضمن میں ہو دیگی۔ لہذا دونوں قسم میں مکلف مختار ہے۔ جس پر
چاہے عمل کرے۔ اور عہدہ امر سے فارغ ہو وے۔

پس مامور من اللہ تعالیٰ کو شرک یا بدعت کہنا خود معصیت ہے بلکہ دراصل دونوں نوع تقلید کے جواز میں یکساں ہیں۔ مگر اس وقت میں کہ عوام الناس بلکہ خواص پر بھی ہوائے نفسانی کا غلبہ ہے۔ اور اعجاب کل رائے برایہ کا اور تقلید غیر شخصی ان کی ہوا و اعجاب کو عمدہ ذریعہ جواز و اجراء کا ہو جاتا ہے۔ اور موجب لاابالی پن کا دین کی طرف سے اور سبب زبان درازی و تشنیع کا شان مسلمین و ائمہ مجتہدین میں ان کے واسطے بن جاتا ہے اور باعث تفرقہ و فساد کا باہم مسلمین میں ہو جاتا ہے۔ چنانچہ یہ سب مشاہدہ ہے۔ لہذا ایسے وقت تقلید غیر شخصی کا اختیار کرنا اس وجہ سے جہاں پر مفاسد برپا ہوتے ہوں درست نہیں رہا اور فقط شخصی امتثال امر "فاسئلوا" کے واسطے معین و مشخص بحکم شرع ہوگئی ہے کیوں کہ اتفاق و اتحاد رکن اعظم دین اسلام کا ہے۔ تو اس کی محافظت بھی فرض اعظم ہے۔ قال اللہ تعالیٰ

واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً — اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑ لو۔ اور

ولا تفرقوا — منتشر نہ ہو جاؤ۔

اور

ان اللہ لا یحب الفساد — اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں کرتا۔

اور اکثر احادیث اس باب میں وارد ہیں لہذا محافظت اس فرض اعظم کے واسطے اور رفع ان مفاسد و شنائع کی ضرورت سے۔ ایک شق مامور علی التخییر سوال کو ترک کرنا اور دوسری شق کو جو معین و مقوی اس فرض اعظم کو اور دافع شنائع مذکورہ ہے۔ اختیار کرنا عین حکم صحابہ و حکم شارع علیہ السلام ہو گیا ہے۔ چنانچہ قرأت قرآن کی اسبعۃ احرف میں مقید تھی۔ اور باجماع صحابہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کو منع کر کے ایک لغت قریش میں مقصور کر دیا اور یہ محض رفع فساد اور تفرقہ کی وجہ سے ہوا تھا۔ صحیح بخاری اس کی شاہد ہے اور خود فخر عالم علیہ السلام نے قتل ذوالخویصرہ کے باب میں جو واجب القتل بسبب کلمات

کفر و گستاخی فخر عالم علیہ السلام کے تھا فرمایا تھا

دعہ فان الناس یقولون ان   اسکو چھوڑ دو کیوں کہ لوگ کہیں کہ محمد

محمداً یقتل اصحابہ   اپنے ساتھیوں کو قتل کرتے ہیں۔

اور یہ حکم بسبب فتنہ کے ہوا تھا۔ لاغیر الحاصل۔ ایسے نازک وقت میں تقلید شخصی واجب مشخص ہے۔ اور غیر شخصی ان فتن مشاہدہ کے سبب ممنوع ہے۔ البتہ اگر کہیں یہ فساد غیر شخصی میں نہ پایا جاوے تو وہ بھی ماموراً علی التخییر ہے مثل شخصی کے۔ پس واضح ہو گیا کہ تقلید شخصی مواجب ہے۔

حق تعالیٰ نے قرآن شریف میں اپنے رسول کا اتباع فرض کیا اور احادیث تمام اس پر دال ہیں اور یہ بات سب کے نزدیک مقرر ہے۔ مگر فہم کی بات ہے کہ اتباع حضرت وہ کر سکے جس نے آپ کی زیارت کی ہو۔ ورنہ بدون حضور خدمت کیوں کر ہو سکتا ہے لہذا فخر عالم علیہ السلام نے خود فرما دیا۔

اصحابی کالنجوم بایھم   میرے صحابی مثل تاروں کے ہیں

اقتدیتم اھتدیتم   تم جس کی اقتدا کرو گے ہدایت پاؤ گے

اور حق تعالیٰ نے فرمایا فاسئلوا الخ تو پچھلوں پر پہلوں سے سیکھنا اور پوچھنا فرض فرمایا صحابہ سے تابعین نے پڑھا اور ان کا اقتدار کیا اور علیٰ ہذا تابعین سے تبع تابعین نے اور خود فرما چکے ہیں۔

خیر القرون قرنی ثم الذین   بہترین زمانہ میرا ہے پھر ان کا جو اس

یلونھم ثم الذین یلونھم۔   کے متصل ہیں پھر ان سے متصل۔

ان قرون کی تعریف سے بھی یہ مقصد ہے کہ تابعین نے صحابہ سے سیکھا۔ اور تبع تابعین نے تابعین سے۔ اور یہ ہر سہ قرن خیر امت ہیں۔ تم ان سے میرا طریقہ لو کیونکہ خیریت ان کی بسبب علم و عمل کے ہے اور علم عمل میں اولیٰ ہوتا ہے۔ وہی مقتدا ہوتا ہے

تو بس اب تبعین سنتِ نبوی پر تحصیل دینِ محمدی علیہ السلام صحابہ سے اور ان کے بعد تابعین و تبع تابعین سے فرض ہوا۔ اور علیٰ ہذا آج تک یوں قرن بقرن چلا آیا۔

(فتاویٰ رشیدیہ)

(الکہف)

حَتّٰٓی اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِیْ عَیْنٍ حَمِئَةٍ

یہانتک کہ جب پہونچا سورج ڈوبنے کی جگہ پایا کہ وہ ڈوبتا ہے ایک دلدل کی ندی میں

تفسیر سب آسمان نہایت صاف شفاف ہیں کہ ساتوں آسمان کے ستارے ایسے معلوم ہوتے ہیں کہ گویا پہلے ہی آسمان پر ہیں جیسے مثلاً سات شیشے صاف آگے پیچھے رکھے جاویں اور ساتویں شیشے کے بعد چراغ رکھا جائے تو دور اگر کوئی دیکھتا ہے تو فقط چراغ نظر آتا ہے کسی شیشہ کا وجود چراغ سے ورے نظر نہیں آتا۔ اس لئے کہ نظر کا قرار ذی کثافت پر ہوتا ہے۔ اور شفاف شے پر نظر نہیں رکتی بلکہ اس سے نافذ ہو کر آگے بڑھ جاتی ہے پس ایسا ہی چوتھے آسمان پر گو آفتاب ہے مگر آسمانوں کا جرم بسبب شفافیت کے مانع رویت آفتاب کا نہیں اور نہ آفتاب سے جدے تین طبقہ آسمان کے محسوس ہوتے ہیں بلکہ فقط آفتاب کا ہی جرم محسوس ہوتا ہے۔ گویا کہ آفتاب سے پہلے ہی آسمان کے سطح زیریں پر ہے۔ پس جب آسمان حرکت کرتا ہوا عینِ حمئۃ (دلدل) کے قریب پہونچتا ہے تو وہاں کے مقیم آدمی کو یوں بادی النظر میں معلوم ہوتا ہے کہ عین حمئۃ میں آفتاب ڈوبتا ہے اگرچہ آفتاب وہاں سے بہت دور ہو۔ جیسا یہاں کے باشندوں کو وقت غروب یہ معلوم ہوتا ہے کہ زمین میں آفتاب پڑتا ہے۔ اور اہل دریا کو دریا میں ڈوبتا معلوم ہوتا ہے پس معنی تغرب فی عین حمئۃ کے یہ ہیں کہ ذوالقرنین کو بادی النظر میں ایسا محسوس ہوا۔ لہذا فرمایا وجدها تغرب نہ یہ کہ واقعی یہ امر تھا۔ اور علیٰ ہذا جب آدمی کی نظر پر چار انگشت کی شے حاجب ہو جاوے۔ کہ انبساط نظر کو مانع ہو تو تمام عالم کو کہ کروڑوں درجہ

شے حاجب سے کلاں ہی نظر سے روکدیتی ہے۔ زمین تو بہت بڑی شے ہے۔ سو چونکہ اس زمین نے آدمی کی نظر کو جہاں تک نظر کا انبساط ہے۔ روک رکھا ہے تو جو شے زمین سے پرے ہووے گی وہ نظر نہ آوے گی کیونکہ شعاع نظر وہاں تک نہیں پہونچتی تو آفتاب کا محجوب ہونا اس وجہ سے ہے کہ زمین نے نظر کی سب طرف سے شعاعیں آفتاب تک پہونچنے سے روکدیں نہ اسوجہ سے کہ زمین کلاں ہے اس امر عقلی کو تجربہ سے دیکھ لو۔ کہ ادنیٰ شے جو محیط نظر ہوتی ہے۔ سارے عالم کو روکدیتی ہے تو اس میں تو کچھ شبہ نہیں چونکہ یہ ہردو شبہ کچھ نہ تھے اور یہ دونوں امر کالبدیہی تھے مفسرین نے اس کی طرف توجہ نہیں کی۔ (لطائف رشیدیہ)

فَأَرْسَلْنَا إِلَيْهَا رُوحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا۔ (مریم)

پھر بھیجا ہم نے اس کے پاس اپنا فرشتہ پس بن کے آیا اس کے سامنے پورا انسان

تفسیر حضرت جبرئیل علیہ السلام کا بصورت بشر تام الخلق حسین ہوکر آنا اسواسطے تھا کہ صورت ملک سے حضرت مریم کو وحشت ہوتی اور انسان کی صورت مانوس ہوتی ہے۔ حضرت مریم نے بشر جان کر تعوذ (انی اعوذ بالرحمٰن) کیا تھا کہ متقی خدا تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔ اور خلوت نامحرم کے ساتھ معصیت ہے۔ جب حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حقیقۃ الامر بیان کی۔ یہ بیانِ سوال بھی بصورت بشر باحسن الوجوہ حاصل ہوا بصورت ملک۔ بسبب وحشت و عدم انس کے دشوار تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اصل صورتِ جبرئیل کو دیکھکر اور جان کر روح القدس میں ڈر گئے تھے۔ قصہ مدثر اور نزول وحی کا مشہور ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ (لطائف رشیدیہ)

تشریح حضرت قدس سرہ العزیز نے مذکور بالا تفسیر میں تصریح فرمائی ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام حضرت مریم کے سامنے انسانی شکل میں متمثل ہوئے تھے اسی وجہ

سے تو حضرت مریم نے انھیں دیکھکر فرمایا تھا۔

انی اعوذ بالرحمٰن منک ان	میں رحمٰن کی تجھ سے پناہ چاہتی ہوں
کنت تقیا۔	اگر تو کوئی متقی انسان ہے۔

یعنی متقی پرہیزگار انسان کے لئے نامحرم عورت کے پاس خلوت میں پہونچنا حرام اور ناجائز ہے۔ اگر حضرت جبرئیل علیہ السلام اپنی اصلی حالت میں ہوتے ۔ تو پھر یہ سوال ہی نہ ہوتا اور نہ ان کو یہ جواب دینے کی نوبت آتی۔

انما انا رسول ربک	میں تیرے رب کا ایلچی ہوں

آیت مبارکہ کے الفاظ سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام انسانی شکل میں نمودار ہوئے تھے لیکن بعض مفسرین اور علماء نے اس پر بھی رائے زنی سے کام لیا ہے۔ کہ انسانی صورت بھی کس انسان کی صورت تھی چنانچہ ایک روایت بغرض تردید ابن قیم نے اپنی کتاب زاد المعاد میں ذکر کی ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح بھی ان ارواح میں تھی جن سے حضرت آدم کے زمانہ میں عہد لیا گیا اسی کو حضرت مریم کیطرف اس وقت بھیجا گیا جب وہ مکان شرقی میں جا بیٹھیں تھی۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس روح کو حضرت مریم کے سامنے ایک بشر کی صورت میں بھیجا اور وہ روح حضرت مریم کے سامنے ایک تام الخلقت بشر کی صورت میں متمثل ہوئی۔ اسی سے وہ حاملہ ہوئیں اور اسی روح نے ان سے خطاب کیا اور یہ روح حضرت مریم کے منہ کے راستے سے داخل ہوئی

ابن قیم نے اس روایت پر تنقید کی ہے۔

یہ روایت غلط محض ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم کیطرف فرشتہ کو بھیجا تھا۔ چنانچہ اس فرشتہ نے حاضر ہو کر عرض کیا۔ انما انا رسول ربک لاھب لک غلاما زکیا۔ حضرت عیسیٰ نے متمثل ہو کر بات

چیت نہیں کی تھی۔[۱]

کیونکہ اس صورت میں یہ بات لازم آتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام (نعوذ باللہ وخالکم بذہن) حضرت مریم کے شوہر بھی ہوئے۔ ایسے ہی ایک بات ہمارے زمانہ کے ایک مشہور عالم نے اپنی کتاب میں لکھ دی تھی۔ کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی صورت میں متمثل ہوئے تھے اس وجہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تمثالی ابن احمد ہیں۔

(نعوذ باللہ منہا)

حضرت قدس سرۂ العزیز نے اپنی تفسیر میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کے انسانی شکل میں متشکل ہو کر آنے کی وجہ بھی تحریر فرمادی ہے۔ انس کی وجہ سے ایسا ہوا۔ کیوں کہ انسان کو اجنبی اور وحشت و پریشانی کی جگہ میں اپنے ہم جنس کو دیکھ کر انس پیدا ہوتا ہے اس کی وحشت دور ہوتی ہے۔ جیسا کہ قصہ مدثر اور نزول وحی کے وقت پیش آیا۔ حضرت جابرؓ کی روایت ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ۔

فبینا انا امشی سمعت صوتا من	میں چلا جارہا تھا کہ میں نے آسمان سے
السماء فرفعت بصری فاذا الملک	ایک آواز سنی۔ میں نے جب آنکھ اٹھا کر
الذی جاءنی بحراء قاعد علی	دیکھا تو اچانک وہی فرشتہ دکھائی دیا جو
کرسی بین السماء والارض	میرے پاس غار حرا میں آیا تھا وہ کرسی پر
فجئثت منه رعبا۔	بیٹھا تھا جس سے آسمان وزمین بھرے ہوئے

تھے۔ میں اس سے خوف زدہ ہو گیا۔ (بخاری ومسلم)

اس جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب غیر جنس کو دیکھا تو آپ پر وحشت طاری ہوئی اسی طرح معراج کا واقعہ ہے۔ بہرحال ایسے مواقع میں انسان کی وحشت مانوس چیز سے دور ہوتی ہے۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وحشت وادیٔ مقدس میں دور کرنے کے لئے

---

[۱] سیرۃ خیر العباد ترجمہ زاد المعاد صفحہ ۲۴/۲۶ از قلم بندہ غفرلہ۔

اللہ تعالیٰ نے کلام شروع کیا تھا۔

وما تلک بیمینک یاموسیٰ — اے موسیٰ تمہارے دائیں ہاتھ میں کیا چیز ہے

ایسے ہی سالکین کو سیر روحانی میں رویائے صالحہ پیش آتے ہیں اور مکاشفات ہوتے ہیں تاکہ ان کی وحشت دور ہو نہ یہ کہ یہی چیزیں مقصود ہیں۔ بہر حال حضرت مریم کے سامنے حضرت جبرئیل علیہ السلام تام الخلقت شکل انسانی میں ظاہر ہوئے تھے تاکہ ان کی وحشت دور ہو اس جگہ نکتہ گو حضرات تام اور اتم میں فرق نہ کر سکے۔ اگر لغت کے اعتبار سے بشراً سویا کے معنی تامیت خلقت کے قرار دیئے جائیں تب تو نکتہ گوئی کیلئے حیلہ نکل سکتا ہے مگر ایسا نہیں ہے

وَإِذْ بَوَّأْنَا لِإِبْرَاهِيمَ مَكَانَ الْبَيْتِ أَن لَّا تُشْرِكْ بِي شَيْئًا

اور جب ٹھیک کر دی ہم نے ابراہیم کو جگہ اس گھر کی کہ نہ شریک کرنا میرے ساتھ کسی کو اور

وَطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْقَائِمِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ (الحج)

پاک کر میرا گھر طواف کرنے والوں کے واسطے اور کھڑے رہنے والوں کے اور رکوع سجدہ کرنے والوں کے واسطے

تفسیر اس میں حق تعالیٰ نے ترک شرک مطلقاً ارشاد فرمایا ہے۔ کہ کوئی فرد شرک کی نہ ہونی چاہیئے۔ اور تطہیر بیت کی طائفین کے واسطے کہ تطہیر از اس اصنام سے یہاں مراد ہے حکم کیا چنانچہ مفسرین نے لکھا ہے جس سے معلوم ہوا کہ طواف مثل سجود کے عبادت ہے اور اس کے ایقاع کے واسطے عین الاغیار ضرور ہے پس ظاہر ہوا کہ طواف بھی مثل سجود کے ایسی شے ہے کہ باوجود غیر کے۔ درست نہیں ہے سو عبادت ہونا طواف کا عبارت النص سے ثابت ہوا۔ اور اشارۃ النص سے غیر کو کرنا اس کا شرک متحقق ہوا۔ اور یہ بعد اس آیت کے دوسری آیت میں فرمایا۔

ولیطوفوا بالبیت العتیق — اور چاہیئے کہ بیت اللہ کا طواف کریں

کہ امر ایجاب طواف کا حکم ہے۔ اور ایجاب امور تعظیمیہ میں نہیں ہوتا مگر بوجہ عبادت کے

پس بعبارۃ النص طواف عبادت ہوا اور اسکو صغریٰ بنا سکتے ہیں کہ بحکم الطواف عبادت ہے اور دوسری آیت میں حکم ہے۔

امر ان لا تعبدوا الا ایاہ	اور حکم کیا گیا کہ نہ عبادت کرو مگر خدا ہی کی۔

اس میں حصر کر دیا عبادت کو کہ حق تعالیٰ کے واسطے کہ بحکم العبادۃ لا یکون الا للہ جس کا نتیجہ شکل اول سے حاصل ہوا کہ۔

5358

الطواف لا یکون الا للہ	طواف اللہ ہی کے لئے ہو سکتا ہے

حصر عبادۃ طواف کا حق تعالیٰ کے واسطے بعبارۃ النص و باشارۃ النص ثابت مع ہذا حدیث فخر عالم علیہ السلام سے۔

لا تقوم الساعۃ حتی تضطرب	قیامت قائم نہ ہوگی جب تک کہ دوس
الیات نساء دوس حول ذی	قبیلہ کی عورتوں کے سیرن ذی الخلصہ
الخلصۃ۔	کے گرد مضطرب نہ ہوں۔

کہ جس سے طواف غیر اللہ تعالیٰ کو کرنا شرک ثابت ہوتا ہے اور اجماع امت کا بھی ہے کہ عبادت خاصہ حق تعالیٰ کے غیر کو جائز نہیں اور ملا علی قاری شرح مناسک میں لکھتے ہیں۔

ولا یطوف ای ولا یدور حول	اور نہ طواف کرے یعنی نہ چکر لگائے
البقعۃ الشریفۃ لان الطواف	حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے مزار مقدس کے گرد
من مختصات الکعبۃ المنیفۃ	اس لئے کہ طواف بیت اللہ کے لئے خاص
فیحرم حول قبور الانبیاء و	ہے لہذا انبیاء اور اولیاء کی قبور کا طواف
الاولیاء	کرنا حرام ہے۔

پس اصول اربعہ سے شرک ہونا طواف غیر سے ثابت ہوتا ہے اب رہا قول سائل کا کہ طواف تعظیم ہے اور تعظیم اولیاء اللہ کی وہ جائز ہے کہ مخصوص حق تعالیٰ کے ساتھ نہ ہو اور حد عبادت کو نہ پہونچی ہو۔ اور جو تعظیم کہ عبادت ہو وہ ہرگز غیر کو جائز نہیں۔ لقولہ تعالیٰ۔

امر ان لا تعبدوا الا ایاہ

پس تعظیم عبادت غیر کو اگرچہ انبیاء ہوں حرام اور شرک ہوئی۔ البتہ وہ تعظیم کہ عبادت کے درجہ میں نہیں ہے وہ اولیاء کو درست ہے مگر اس کا درجہ دریافت کرنا بھی نصوص ہی سے ہوگا بہرحال کہ جو تعظیم کہ بایجاب اللہ تعالیٰ ذات حق تعالیٰ کے واسطے فرض ہوئی وہ خواص حق تعالیٰ سے ہوئی اور غیر کے واسطے حرام ٹھہری پس طواف جو عبادت مفوضہ للہ تعالیٰ ہے اولیاء کو حرام رہے گی اور حصر ہونا عبادت کا نص سے ثابت ہوگیا اور یہ کہ عبادت اولیاء کی درست قطعاً باطل کیونکہ تعظیم عبادۃً غایۃ التذلل والتعظیم ہے اور یہ ہرگز کسی کو درست نہیں اور اصل حل ہونا اس وقت ہے کہ کوئی نص اس باب میں وارد ہوئی ہو۔ چونکہ نص تحریم عبادت لغیر اللہ یہاں موجود ہے پس یہاں اصل حرمت ہوگئی اب کسی تعظیم کو درجہ عبادت سے خارج کرنا اور غیر اللہ کے واسطے جائز کرنا خود محتاج دلیل کا ہووے گا۔ سو معاملہ علی القلب ہے سائل نے یہاں نظر تحریم عبادت کی نص پر نہیں کی۔ ورنہ ایسی بات نہ کرتے۔ حالانکہ یہ نص نہایت ظاہر ہے۔ ایاک نعبد کہ ہر روز بہت دفعہ تکرار اس کا ہوتا ہے۔

الحاصل یہاں اس مسئلہ میں نص تحریم موجود ہے پس اصل تعظیم غایت تعظیم حرمت ہے مگر جس درجہ نص ہے مماثل نص محرم کی مستثنیٰ فرمادیوے وہ جائز ہو جاوے گی۔ واللہ اعلم

(لطائف رشیدیہ)

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى

اور جو رسول ہم نے بھیجا تجھ سے پہلے یا نبی سو جب لگا خیال باندھنے۔ شیطان نے

اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي

ملا دیا اس کے خیال میں۔ پھر اللہ مٹا دیتا ہے شیطان کا ملایا ہوا۔

الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ۔ (الحج)

پھر پکی کر دیتا ہے اپنی باتیں۔

تفسیر جس وقت پڑھتا ہے ڈالتا ہے شیطان اس کی قرأت میں۔ جلالین نے تو ایسی خبط روایت کہدی کہ عقل نقل کے خلاف ہے۔ اگر یہ ہو تو آپ کی تبلیغ ہی بیکار ہو جاوے۔ اگر یوں ہو کہ بعد آپ کے وقت وسکوت کی آیت "ومناة الثالثة الاخریٰ" پر شیطان نے اذن کفار میں تلک الغرانیق الخ ڈالدیا اور القی کر دیا کہ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھا ہے۔ تو ممکن تھا اور چنداں دشوار نہ تھا۔ مگر محققین اس سے بھی انکار کرتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اگر یوں کہا جاوے کہ قرأۃ میں القاء کرنے سے یہ مراد ہے کہ کفار کو جو قرأت پہونچتی ہے اس میں مفتری کچھ افترا کم زیادہ حسب خواہش کرکے سناتے ہیں کہ جس سے حضرات انبیاء علیہم السلام پر طعن کا موقع ہو جاوے تو کیا حرج ہے۔ یہ تصور کرنا کہ عین وقت قرأت کے القاء کر دیتا ہے۔ کیا ضرورت ہوئی۔ اور کون قرینہ تخصیص وقت قرأت کا ہے بلکہ قرآن میں تحریف کرنا مراد ہے۔ یا یہ کہ تحریف فقط معنی کا بگاڑ کر بیان کرنا ہو۔ جیسا کہ ہر دو تحریف پہلی کتابوں میں موجود ہے۔ بلکہ اگر یہ دعویٰ کیا جاوے کہ پہلی کتب کی نسبت یہ حکم ہے نہ کہ حضرت علیہ السلام کی نسبت تو کیا دلیل ہے کہ اس قرآن میں بھی ایسا ہوا ہے۔ کیونکہ یہ محکم غیر منسوخ بحفاظت اللہ تعالیٰ ہے۔ اس میں ہرگز یہ نہیں ہوا پس اب کوئی خدشہ نہیں یا کہو کہ معنی یہ ہیں جس کو بیضاوی نے لیا جب تمنا کرتا ہے تو شیطان اس کی تمنا میں القاء کرتا ہے یعنی بعض امر برائے خود قبل ورود وحی فرماتے ہیں جو خواہش قلبی کے مطابق ہوتا ہے

چونکہ رضاء حق تعالیٰ کے خلاف ہے اس میں دخل شیطانی ہے نہ کہ تسلط شیطان کا آپ پر ہوا بلکہ کوئی امر تزویر شیطانی تھا اس پر مرأۃ قلب آپ کا مقابل ہو کر منعکس ہوا بسبب خواہش قلبی کے کہ بتاویل خیر ہو جاتی ہے آپ نے اس کے موافق تمنا قرار دیکر کرنا چاہا۔ یا کر لیا اسکو حق تعالیٰ نے رد کر دیا جیسا کہ مشورہ اساریٰ بدر میں ہوا مثلاً۔ زیادہ تقریر کی گنجائش نہیں ——————— (لطائف رشیدیہ)

تشریح | لفظ تمنیٰ کے دو معنیٰ کو اختیار کرتے ہوئے حضرت نے تفسیر فرمائی۔ ایک معنیٰ

اذا احب شیئا واشتھاہ و — جب کوئی چیز پسند ہو اور اس کی

حدث بہ نفسہ — خواہش نفس میں پیدا ہوئی ہو۔

علامہ عثمانی نے اس معنی کے پیش نظر دور تک کلام کیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

احقر کے نزدیک بہترین تفسیر وہ ہے کہ جس کی مختصر اصل سلف سے منقول ہے یعنی تمنا کو بمعنی قرأت یا تحدیث کے اور امنیت کو بمعنی متلو کے لیا جائے مطلب یہ ہے کہ قدیم سے عادت یہ رہی ہے کہ جب کوئی نبی یا رسول بات بیان کرتا یا اللہ کی آیات پڑھکر سناتا ہے۔ شیطان اس بیان کی ہوئی بات میں طرح طرح کے شبہات ڈالدیتا ہے یعنی بعض باتوں کے متعلق بہت لوگوں کے دلوں میں وسوسہ اندازی کر کے شکوک و شبہات پیدا کر دیتا ہے۔ الخ صفحہ ۴۴۳

اسی چیز کو حضرت قدس سرہ نے مفتری لوگوں کی مفتریات سے تعبیر کیا ہے اور تمنی کو بمعنی قرأت لیا ہے جیسا کہ ایک عرب کے شاعر نے کہا ہے۔

تمنی کتاب اللہ اول لیلۃ — واخرہا لاقی حمام المقادر

یہاں تمنی کے معنی قرأت کے ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ رسول جو قرأت کرتا ہے شیاطین الانس یا شیاطین الجن۔ اس قرأت کو تحریف کر کے یعنی اپنی طرف سے گھڑ کے

لوگوں میں پھیلاتے ہیں اور اسی طرح طرح کے شبہات پیدا کرتے ہیں مثلاً آیت مبارکہ

حرمت علیکم المیتة — تم پر میتہ حرام کیا گیا۔

سے شبہ ڈالا گیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے ہوئے وغیرہ ذٰلک۔ حضرات مفسرین محدثین نے علامہ جلال الدینؒ کی بیان کردہ روایت پر سخت جرح کرتے ہوئے اسی تفسیر کو اختیار کیا ہے۔ جس کو حضرت قدس سرہٗ نے علامہ بیضاوی کے حوالہ سے بیان فرمایا ہے۔ اور اسی تفسیر کو علامہ عثمانی نے مدلل بیان کیا ہے۔ لیکن حضرت قدس سرہٗ العزیز نے آیت کے الفاظ ہی میں وہ معنی بیان کئے جو اچھوتے اور بے غبار ہیں۔ فرمایا ہے کہ وما ارسلنا من قبلك الخ یعنی آپ سے پہلے کوئی پیغمبر اور نبی ایسا نہیں آیا کہ اس کے ساتھ شیطان الانس والجن نے افترا پردازی اور شبہات کی نشر و اشاعت نہ کی ہو۔ رہا قرآن پاک کا معاملہ وہ محفوظ ہے۔ اور آیت کے الفاظ سے قرآن پاک کے بارے میں یہ ثابت نہیں ہو رہا۔ بلکہ ماقبل کے متعلق بیان ہے۔

وَجَاهِدُوا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ (الحج)

اور جہاد کرو اللہ کی راہ میں جیسا حق ہے جہاد کرنے کا۔

تفسیر | مخالفت نفس و شیطان کرنا جہاد اکبر ہے۔ نص سے یہ بات ثابت ہے۔

پس تہذیب نفس کے واسطے لذائذ و مباحات، لباس، و راحت وغیرہ کو بزرگان دین نے ترک کیا تھا تاکہ نفس ان کا تقاضائے معصیت سے باز رہے اور نفس امارہ ان کا مطمئنہ ہو جائے۔ خود فخر عالم علیہ السلام نے بعض اوقات مرغوب شے کو ترک کر دیا ہے۔ صحابہؓ نے بھی اور بحکم

اَذْهَبْتُمْ طَيِّبَاتِكُمْ فِي حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا۔

لذائذ کو نہیں کھایا اور خود زینت مکان کرنے سے حضرت فخر عالم علیہ السلام نے

فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر رنج ظاہر کیا تو اشارۃً ثابت فرما دیا کہ اگر مباحات کو تہذیب نفس کے واسطے چھوڑ دیں درست ہے۔ اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فقر اختیاری تھا نہ اضطراری تو اس سے ان مباحات کو ترک کرنے سے اجازت نکلتی ہے۔ اور بزرگوں نے ترک مباحات لذائذ کا کیا ہے نہ یہ کہ تحدید اپنے نفس پر کر لی ہو۔

مریض اگر بسبب مرض کے کوئی شے ترک کرے اور تمام عمر بیماری کی وجہ سے اس کو نہ کھاوے تو ملامت شرع کی نہیں اور نہ وہ مجرم ہوتا ہے۔ ایسا ہی بزرگوں نے طیبات کو ترک کیا ہے۔ بوجہ معالجہ باطنی اخلاق بد نفس کے۔ نہ بوجہ تحریم کے۔

اور خصی ہونا۔ دریا میں پڑا رہنا ترک صلوٰۃ وغیرہ یہ بزرگوں سے نہیں صادر ہوا کسی احمق نے بزرگوں پر تہمت لگائی ہے۔ ہاں اگر چاہ میں لٹکے اور دریا میں کسی وقت سزائے نفس کے واسطے کرے تو نماز فرائض و اوراد کو بوجہ احسن ادا کر کے یہ کام کیا ہو گا ورنہ تمام حضرات اصلاح و تکمیل۔ صلوٰۃ و صوم کے واسطے کرتے تھے۔ اس کو کیسے ترک کرتے یہ غلط تہمت ہے۔

اور ترک نکاح کرنا اکثر بزرگوں سے ہوا۔ بوجہ نفی شہوت پر اعتماد کر کے کہ معصیت سرزد نہ ہووے گی اور فراغ خاطر کی وجہ سے عبادت میں اور مال حرام سے بچنے کو نفقہ حلال کا پیدا کرنے میں زوجہ کے واسطے دشواری جانتے تھے اور اپنے نفس پر گھاس حلال پر قانع ہوتے تھے۔ تو ان وجوہ سے ترک نکاح معیوب نہیں بلکہ بعض اوقات واجب ہو جاتا ہے کہ نکاح نہ کرے۔ پس یہ طعن شرعاً بالکل خطا فہمی و ناواقفیت دین کے قواعد سے ہے۔ بہر حال ان کا مجاہدہ باشارۂ نصوص ہے اور اس مجاہدہ کے سبب ان کو قوت روحانی اور تہذیب اخلاق و نفس حاصل ہوتی تھی۔ لہذا یہ ان کے حق میں عبادت تھا۔ اور ترک مباح پر کوئی گناہ و عتاب نہیں ہوتا البتہ مباح حرام کرنا بدعت و مخالفت ہے سو ان سے یہ امر سرزد ہرگز نہیں ہوا۔ ترک مباحات بطور معالجہ امراض نفس کے ہوا ہے

پس ان اکابر کے جملہ افعال عین کمال تھے۔ اور عین موافقت حکم شرع کے ہے

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر — گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر

(فتاویٰ رشیدیہ م)

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ

اللہ روشنی ہے آسمانوں کی اور زمینوں کی مثال اس کی روشنی کی جیسے ایک طاق

فِيْهَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ۔ (نور)

اس میں ہو ایک چراغ وہ چراغ ہو شیشہ میں

تفسیر نور بھی ایک مخلوق شے ہے۔ لہٰذا مفسرین نے لکھا ہے منور السمٰوٰت۔ اللہ تعالیٰ وراء الوراء ہے نور و ظلمت سے پاک ہے

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ۔ آنکھیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں

بزرگان دین فرماگئے ہیں اور ذاتِ حق تعالیٰ ادراک سے مبرا ہے۔ قلب و عقل بشر ادراک سے عاجز ہے ؎

دور بیناں بارگاہ الست — غیر ازیں پے نبردہ اند کہ ہست

وہ ذات ہستی مطلق ہے کہ ہستی و اطلاق سے بھی بالاتر ہے۔ اطلاق کو بھی وہاں گنجائش نہیں اور جو کچھ کسی کے قلب میں آیا ہے یا آتا ہے وہ سب غیر ہے ذات پاک اس سے مبرا ہے۔ پس ایسی حالت میں کسی کیف کا ہونا کیا گنجائش رکھتا ہے۔

(مکتوبات رشیدیہ ۱)

تشریح سورہ نور کی اس آیت میں حق تعالیٰ شانہ نے۔ انسانوں کی ہدایت کے لئے اور ان کو سمجھانے کے لئے تمثیلاً اپنا تعارف نور السمٰوٰت والارض سے کرایا ہے۔ جس کا ترجمہ منور السمٰوٰت سے مفسرین نے کیا ہے۔ حضرت شیخ الہندؒ نے اس سے بھی عمدہ ترجمہ

روشنی سے کیا ہے۔ یہ بھی تعارفی ترجمے میں ورنہ حق تعالیٰ شانہٗ تمام اقسام کی کمیت و کیفیت سے مبرا و پاک ہے۔ جیسا کہ حضرت قدس سرہٗ نے ارشاد فرمایا ہے کہ وہ ہستی ولاطلاق سے بھی ورا الورا ہے۔ جس سے بھی ذات حق تعالیٰ شانہٗ کے متعلق جو کچھ لکھا ہے وہ تعارفی حد تک ہے اور بس۔ جیسا کہ اکبر الہ آبادی نے لکھا ہے۔

تو دل میں تو آتا ہے سمجھ میں نہیں آتا
میں جان گیا بس تری پہچان یہی ہے

عارف نظامی نے اس سے بھی آگے بڑھکر کہا ہے۔

بنام آنکہ او نام ندارد
بہر نامیکہ خوانی سر بر آرد

وَيَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَاءُ بِالْغَمَامِ وَنُزِّلَ الْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِيْلًا (فرقان)

اور جس دن پھٹ جائے آسمان بادل سے اور اتارے جائیں فرشتے تار لگا کر۔

تفسیر

غمام کے ترجمہ کو بیضاوی جلالین نے بادل سفید لکھا ہے۔ بیضاوی کہتا ہے جب آسمان شق ہو جاوے گا تو اس میں سے ایک غمام نکلے گا اوس میں ملائکہ ہونگے اور جلالین کہتا ہے کہ غمام کر آسمانوں کو لگا ہوا ہے مع آسمانوں کے پھٹ جائے گا

(لطائف رشیدیہ)

تشریح

حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانیؒ نے اپنے فوائد قرآن پاک میں تحریر فرمایا ہے

قیامت کے دن آسمانوں کے پھٹنے کے بعد اوپر سے بادل کی طرح ایک چیز اترتی نظر آئے گی جس میں حق تعالیٰ کی ایک خاص تجلی ہوگی اسے ہم چتر شاہی سے تعبیر کئے لیتے ہیں شاید یہ وہی چیز ہے جسے ابو رزین کی حدیث میں غمام سے اور نسائی کی ایک روایت میں جو معراج سے متعلق ہے غیابہ سے تعبیر کیا ہے واللہ اعلم اسکے ساتھ بیشمار فرشتوں کا ہجوم ہوگا اور آسمانوں کے فرشتے اس روز لگا تار مقام محشر کی طرف نزول فرمائیں گے الخ صفحہ ٤٦٩

علامہ عثمانی نے جو تفسیر کی ہے وہ احادیث کے مطابق ہے اور حضرت شیخ الہند کا ترجمہ حضرت قدس سرہٗ کی تفسیر اور صاحب جلالین، بیضاوی کو حاوی ہے۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے جو تفسیر تصوف کے رنگ میں کی ہے وہ بھی بہت خوب ہے۔ ملاحظہ فرمایئے۔

صفحہ ۲۵۱/۱۷

قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّي لَوْلَا دُعَاؤُكُمْ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ

تو کہہ پرواہ نہیں رکھتا میرا رب تمہاری اگر تم اس کو نہ پکارو سو تم جھٹلا چکے

فَسَوْفَ يَكُونُ لِزَامًا (فرقان)

اب آگے کو ہونی ہے مٹھ بھیڑ۔

تفسیر سورۂ فرقان کی آخری آیت میں تو خطاب کفار کو قطعاً ہے اور قول "ما یعبؤ بکم" میں دونوں (مسلمانوں اور کافروں) کو ہو سکتا ہے کہ اول مومنین کو خاص خطاب تھا کہ ایسی ایسی عبادات و معاملات کرنے والوں کے درجات ہیں اسکے بعد فرمایا کہ اگر عبادات نہ ہوتیں تو تمہاری اے مومنو! تمہارے رب کو کیا پرواہ ہوتی کہ تم بھی مثل حیوانات و کفار کے لایعبؤ بہ ہوتے۔ یا ما نافیہ کہو کہ اگر عبادات تمہاری نہ ہوتیں تو تمہارے رب کو تمہاری کچھ پرواہ نہیں تھی فقد کذّبتم اے تمہاری بعض قوم نے تکذیب کی تو دیکھو کہ اب اپنی سزا کو پہونچتے ہیں۔ اور جو کفار کو خطاب ہو تو بھی واضح ہے کہ اول مومنین کے درجات بیان کرکے کفار کو کہا کہ تمہاری کیا پرواہ ہو بدون عبادات کے سو تم نے عبادت نہ کی بلکہ تکذیب کی تو سزا پاؤگے اور مومنین کے درجات سے محروم رہوگے۔

(لطائف رشیدیہ)

تشریح وجہ اشکال یہ تھی کہ اس آیت سے قبل مومنین سے خطاب ہے اور ان کے درجات کو ذکر کیا ہے۔ یہاں مضمون کا رُخ بدلا ہوا سا نظر آرہا ہے تو "کم" کی

ضمیر کے مخاطب کافر ہیں یا مومن ہیں۔؟ اس سے قبل والی آیات یہ ہیں۔

ومن تاب وعمل صالحا فانه يتوب
الى الله متابا۔ والذين لا يشهدون
الزور واذا مروا باللغو مروا كراما
والذين اذا ذكروا بايت ربهم
لم يخروا عليها صما وعميانا
والذين يقولون ربنا هب لنا من
ازواجنا وذريتنا قرة اعين
واجعلنا للمتقين اماما اولئك
يجزون الغرفة بما صبروا و
يلقون فيها تحية وسلاما
خلدين فيها حسنت مستقرا
ومقاما۔ (الفرقان)

اور جس نے توبہ کی اور اچھے کام کئے سو
وہ پھر آیا اللہ کیطرف پھرنے کی جگہ اور لوگ
شامل نہیں ہوتے جھوٹے کام میں اور
جب گذرتے ہیں کھیل کی باتوں کیطرف تو
گذر جاتے ہیں شرافت سے اور وہ لوگ
جب ان کو سنائیں اللہ کی باتیں نہ پڑیں ان
پر بہرے اور اندھے ہوکر اور وہ لوگ جو کہتے
ہیں اے رب ہم کو ہماری عورتوں کیطرف سے
اور اولاد کی طرف سے آنکھ کی ٹھنڈک
اور ہم کو پرہیزگاروں کا امام انھیں کو بدلا ملیگا
کوٹھوں کے جھروکے اسلئے کہ وہ ثابت قدم رہے
اور لینے آئینگے انکو وہاں دعا اور سلام کہتے ہوئے

یہاں تک مومنین کا تذکرہ ہے اور ان کے حالات اور درجات کو بیان فرمایا ہے اور بعد میں مضمون کا رنگ بدلا ہوا ہے۔

لہذا حضرت قدس سرہٗ نے دو جواب عنایت فرمائے۔ ایک یہ کہ یہاں سے کفار کو خطاب ہے۔ دوسرے یہ کہ مومنین سے ہی خطاب ہے اس لئے کہ ما نافیہ ہے۔

حضرت شیخ الہندؒ نے ما کو نفی کے لئے مان کر ترجمہ کیا ہے۔

فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ - (الروم)

وہی ہے تراش اللہ کی جس پر تراشا لوگوں کو - بدلنا نہیں اللہ کے بنائے ہوئے کو -

تفسیر مراد یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی پیدائش کو کوئی متغیر نہیں کر سکتا - مگر خدائے تعالیٰ جل شانہ خود اپنی خلق کو جس طرح چاہے تغیر کر سکتا ہے - اور معجزہ بھی خدائے تعالیٰ کیطرف سے ہے جسمیں خرق عادات ہوتا ہے کوئی مستقل طور پر اسکے اصدار پر بالکلیہ و بالاستقلال قدرت نہیں ہوتی - لہذا عصا کا اژدہا ہونا پہاڑ سے ناقہ کا پیدا ہونا وغیرہ یہ سب امور خدائے تعالیٰ ہی کی خلق ہے - پس اس پر کچھ اشکال نہیں -

دیکھو حق تعالیٰ بیضا پیدا کرتا ہے - اگر اسکو توڑ کر دیکھیں تو اس میں زردی اور سفیدی ہوتی ہے - پھر وہی اسکو خون بنا کر اس میں سے بچہ پیدا کرتا ہے ایسے ہی نطفہ سے آدمی بلکہ بہت سے تغیرات پر باذن اللہ تعالیٰ آدمی بھی قادر ہے - جیسے کسی شے کو جلا کر راکھ بنا لیتے ہیں وغیرہ وغیرہ یہ سب جملہ تغیرات باذنہ تعالیٰ ظہور پذیر ہیں - پس ان تبدیلات کا انکار وہی شخص کر سکتا ہے کہ جسکو فہم سے اصلاً بہرہ نہ ہو - اور آیت شریفہ میں ہرگز یہ معنی مراد نہیں ہیں -

۲ - کلام مذکور درخت کی جہت سے اور درخت میں سے اگر آیا ہو تو اس سے ہرگز یہ لازم نہیں آتا کہ وہ درخت متکلم مثلاً اگر کوئی شخص دیوار کے پیچھے سے یا پردہ کی آڑ سے یا تابدان میں سے آواز دے تو ظاہر ہے کہ آواز ان اشیاء میں سے ہو کر نکلے گی - مگر اس سے کہ وہ آواز اس شے سے ہو کر نکلی ہے کوئی عاقل یہ نہیں کہہ سکتا - کہ وہ دیوار اور کپڑا اور تابدان متکلم ہیں - متکلم تو وہی ہے کہ جس سے اصدار کلام کا ہوا ہے - اور جس کے ساتھ یہ صفت قائم ہے - نہ کہ وہ دیوار اور پردہ اور تابدان پس اسی طرح یہاں بھی متکلم باری تعالیٰ عزاسمہٗ ہیں اور جانب و جہت صدور آواز شجرہ ہے - اس سے شبہ حلول یا شبہ کہ وہ شجرہ مدعی الوہیت ہو سراسر نادانی ہے -

(فتاویٰ رشیدیہ)

تشریح مذکورہ بالا آیت کی تفسیر دراصل ایک شبہ کا جواب ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے۔ لاتبدیل لخلق اللہ اور لن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا الآیۃ۔ تو حضرت موسیٰ کی لاٹھی اژدہا بن جانا اور حضرت صالح کی اونٹنی کا پتھر سے پیدا ہونا کیوں۔؟ حضرت قدس سرہ نے جواب میں ارشاد فرمایا۔ دوسری بات اس شبہ کا جواب ہے۔ کہ شجرۂ طور سے آواز آئی تھی۔ انا رب العلمین میں رب العالمین ہوں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے شجرۂ طور میں حلول کر لیا تھا اس کے جواب میں ارشاد فرمایا۔ الخ

فَإِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاءَ

سو تو سنا نہیں سکتا مردوں کو اور نہیں سنا سکتا بہروں کو پکارنا جبکہ

إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ - (روم)

پھریں پیٹھ دے کر۔

تفسیر مسئلہ سماع موتیٰ کا قرن اول میں مختلف ہوا ہے۔ اب اس کا فیصلہ تو ممکن ہی نہیں مگر بتقلید اپنے مجتہد مقلد کے۔ کہ کوئی ترجیح کی جانب اگر میلان کرے تو مضائقہ نہیں سو مسلک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مثل طریقہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہے کہ آیت قطعی کو اپنی حالت میں رکھ کر اور معنی حقیقی پر حمل کر کے کہ اصل موضوع لہ ہے۔ حدیث میں کہ شرح قرآن کی ہے۔ تاویل مناسب ہے۔ جب تک کہ قطع معنی حدیث پر حاصل نہ ہو جاوے چنانچہ اصول میں مبرہن ہے پس آیت انک لاتسمع الموتی۔ خاص اور احادیث سماع ظنی۔ اخبار احاد تخصیص کس طرح درست ہو سکتی ہے پھر اس آیت میں استعارہ ہے کہ کفار کو اموات وصم سے تشبیہ دیا ہے اور مستعار منہ میں معنی وجہ تشبیہ کی حقیقت ہوتی ہے چنانچہ ظاہر ہے کہ میت اور اصم میں صلاح سماعت نہیں۔ لہذا معنی عدم اجابت کے جو مجاز ہے مشبہ بہ میں۔ لینا کیسے درست ہووے گا۔ البتہ مشبہ میں

یہی مراد ہے۔ لہٰذا حسب قاعدہ مرجح جانب عدم سماع ہے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے چونکہ فخر عالم کی زبان سے "ما انت باسمع منھم" سنا تھا تو ان کے نزدیک یہ حدیث بھی قطعی تھی جو کچھ معنی انھوں نے سمجھے اس فہم کی وجہ سے اگر تخصیص کریں ہو سکتا ورنہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے تو خود حدیث میں تاویل کی۔ اور آیت کو بحال خود رکھا اور رجع کر دیا۔

الحاصل ارجح مذہب عدم سماع کا ہے حسب قواعد پس احادیث میں تاویل مناسب ہے وگرنہ دوسری جانب بھی مذہب قوی ہے۔ اور زیادہ بسط کی گنجائش نہیں اگر بغور مطالعہ فرماؤ گے تو توقع ہے کہ اصل مراد کو آپ تصدیق فرما دیں۔ (لطائف رشیدیہ)

وَاِنْ جَاهَدَاكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ

اور اگر وہ دونوں تجھ سے اڑیں اس بات پر کہ شریک مان میرا اس چیز کو جو تجھے معلوم

عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا (لقمان)

نہیں تو ان کا کہنا مت مان۔

تفسیر سورۂ لقمان میں قید ما لیس لک بہ علمٌ کا یہ نفع ہے کہ شرک نہ کرنے کی تاکید ہو گئی۔ کیونکہ فرمایا کہ جو وہ شرک کرادیں تجھ سے ایسے کو کہ تجھ کو اس کا علم دو قوت نہیں تو کمال حماقت ہے کہ محض تقلید بیہودہ سے ایسا خراب عمل کرے اور اگر کوئی امر سمجھ میں غلطی سے آگیا ہے اور اس پر کسی کی تاکید سے عمل کیا تو کہہ سکتے ہیں کہ والدین کی بات قرین قیاس بھی مان لی مگر جب ایسی کہیں کہ خلاف عقل اور محض حماقت ہو اور محض ضرر ہو تو کیسے کوئی عاقل اس کو مان سکتا ہے پس شرک اور سب خلاف مشروع ایسا ہی ہے تو اس کی تسلیم کی کوئی عذر وجہ تا ہی نہیں ہو سکتی مفسرین نے اس قید کو قید واقعی لکھا ہے۔ مگر یہ نکتہ عجیب ہے بغور سننا۔

تشریح قید کی دو قسمیں ہیں۔ قید حقیقی یا واقعی جو مضمون میں تاکید کے لئے لائی جاتی ہے دوسرے قید احترازی جس سے خلاف کی نفی ہوتی ہے۔

وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَیْنَا کُلَّ نَفْسٍ ھُدٰاھَا وَلٰکِنْ حَقَّ
اور اگر ہم چاہتے تو سمجھا دیتے ہر جی کو اس کی ہدایت لیکن ٹھیک ہو چکی

الْقَوْلُ مِنِّیْ لَاَمْلَئَنَّ جَھَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ
میری ہی بات کہ مجھ کو بھرنی ہے دوزخ جنوں سے اور آدمیوں سے

اَجْمَعِیْنَ (۲۱ السجدہ)
اکھٹے۔

تفسیر اس آیت سے واضح ہے کہ اگر خدائے تعالیٰ چاہتا تو سب کو مومن کر دیتا مگر جو فرما چکا ہے اسکے خلاف نہ کرے گا۔ اور یہ سب اختیار سے ہے۔ اضطرار سے نہیں وہ فاعل مختار فعال لما یرید ہے یہ عقیدہ تمام علمائے امت کا ہے چنانچہ بیضاوی میں تحت تفسیر "ان تغفرلھم الخ" لکھا ہے کہ عدم غفران شرک کا مقتضی وعید کا ہے۔ ورنہ کوئی امتناع ذاتی نہیں اور یہ ہے عبارت اس کی

وعدم غفران الشرك مقتضی — اور عدم غفران شرک وعید کو مقتضی ہے

الوعيد فلا امتناع فیہ لذاتہ — اس میں کوئی امتناع ذاتی نہیں ہے۔

(فتاوی رشیدیہ)

تشریح اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جو چاہے گا کرے گا اور جو چاہا کیا۔ اس کو کوئی روک ٹوک نہیں سکتا۔ چاہے تو فرعون، ابوجہل، ابولہب، کو جنت عطا کرے۔ اور کسی ولی کو دوزخ میں بھیجدے وہ قادر ہے کر سکتا ہے لیکن اللہ تعالے ایسا کرے گا نہیں اس نے جو ضابطہ مقرر کر دیا ہے۔ کہ اہل ایمان کو جنت ملے گی۔ اور اہل کفر پر جنت حرام رہے گی وہ اس کے خلاف نہیں کرے گا۔ اور اسی کے اوپر اہل سنت والجماعت کے علماء کا اجماع ہے

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے مدارج میں تحریر فرمایا ہے۔

ونزد اصحاب ما کہ اہل سنت والجماعت	ہمارے اصحاب اہل سنت والجماعت
اند ہم جائز است کہ حق تعالے یک	کے نزدیک یہ بھی جائز ہے کہ خدائے
از چاہ ضلالت برآوردہ بہدایت	تعالیٰ کسی کو جو چاہ ضلالت میں پڑا ہو
رسانیدہ و بمرتبہ نبوت رسانند و	نکال کر ہدایت عطا کرے اور مرتبہ نبوت
لیکن دلیل سمعی برآنست کہ ایں جائز	پر فائز کرے۔ لیکن اس کا وقوع دلیل
بوقوع نیامدہ۔	سمعی کی روشنی میں جائز نہیں ہے کہ ایسا ہوگا نہیں

وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُونَ وَنِسَاءٌ مُّؤْمِنَاتٌ لَّمْ تَعْلَمُوهُمْ

اور اگر نہ ہوتے کتنے ایک مرد ایمان والے اور کتنی عورتیں ایمان والیاں جو تم کو معلوم نہیں

أَن تَطَئُوهُمْ فَتُصِيبَكُم مِّنْهُم مَّعَرَّةٌ بِغَيْرِ عِلْمٍ

یہ خطرہ کہ تم ان کو پیس ڈالتے پھر تم پر ان کی وجہ سے خرابی پڑتی بے خبری میں

لِّيُدْخِلَ اللَّهُ فِي رَحْمَتِهِ مَن يَشَاءُ ۚ (الفتح)

کہ اللہ کو داخل کرنا ہے اپنی رحمت میں جس کو چاہے۔

تفسیر سورۂ فتح (کی ان آیات میں) کہا ہے کہ اگر مکہ میں بعض مرد و عورت مسلمان نہ ہوتے ایسے کہ تم ان کو نہیں جانتے اور بسبب نادانستگی کے ان کے پامال ہونے کا اندیشہ نہ ہوتا تو ہم تم کو اذن قتال دیتے مگر چونکہ ان مسلمانان مخفیہ مکہ کو بچانا اور تم کو اس مضرت قتل سے بچانا تھا اذن قتال نہ دیا۔ لیدخل متعلق لاذن لکم جواب محذوف کے ہے۔

تشریح مطلب یہ ہے کہ حدیبیہ کے موقعہ پر مسلمانوں کو جنگ کرنے کا حکم چند حکمتوں کے تحت نہیں دیا گیا تھا۔ ان میں سے یہ بھی حکمت تھی کہ مکہ معظمہ میں جو مسلمان خفیہ طور پر محصور تھے ان کو بچانا بھی مقصود تھا اگر لاعلمی میں وہ بھی قتل ہو جاتے تو کفار مکہ اور دنیا والے یہی کہتے کہ میاں مسلمان تو جب اپنے دشمنوں سے انتقام لینے پر آتے تو اپنے ہی بھائیوں

کو بھی ننس کر ڈالتے ہیں۔ اگر یہ مصلحت نہ ہوتی تو قتال کا اذن مل جاتا۔ اسی کیطرف حضرت قدس سرہ نے اشارہ فرمایا ہے۔ لیدخل متعلق اذن لکم جواب محذوف کے ہے۔

اس جگہ یہ بھی معلوم ہونا چاہیئے کہ اگر کسی جگہ کافروں نے مقید مسلمانوں کو آڑ کے طور پر استعمال کیا ہو یعنی مقابلہ میں سامنے مسلمانوں کو رکھدیا ہو تاکہ مسلمانوں کی گولیوں سے مسلمان ہی ہلاک ہوں۔ ایسے موقعہ پر گولی کا نشانہ قصداً مسلمانوں کو نہ بنایا جائے بلکہ کافروں کو نشانہ بنایا جائے اس پر بھی کسی مسلمان کے گولی لگ جائے اور وہ شہید ہو جائے تو انشاءاللہ گرفت نہ ہوگی

ورمیھم بنبل و نحوہ وان	اور کافروں وغیرہ پر تیر وغیرہ کی بوچھار
تترسوا ببعضنا۔	کی جائے گی اگرچہ وہ ہم میں سے بعض
درمختار صفحہ ۲۲۳ ج ۳	کو ڈھال کے طور پر استعمال کریں۔

جمعیۃ علماء ہند کے آرگن الجمعیۃ کا وہ اعلان بھی خوب ہے جو اس نے ۱۰ اکتوبر ۱۹۶۵ء کے سنڈے اڈیشن میں کیا تھا۔

کشمیر کے سلسلہ میں یہاں کے علماء پاکستان کی ہر سرگرمی کو خودکشی تو قرار دیتے ہیں اُسے جہاد سے تعبیر نہیں کر سکتے۔

وَاعْلَمُوا أَنَّ فِيكُمْ رَسُولَ اللَّهِ ۚ لَوْ يُطِيعُكُمْ فِي كَثِيرٍ

جان لو کہ تم میں رسول ہے اللہ کا اگر وہ تمہاری بات مان لیا کرے بہت کاموں میں

مِّنَ الْأَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيمَانَ

تو تم پر مشکل پڑے پر اللہ نے محبت ڈالدی تمہارے دل میں

وَزَيَّنَهُ فِي قُلُوبِكُمْ (سورۂ حجرات)

ایمان کی اور کھبادیا اس کو تمہارے دلوں میں

تفسیر سورۂ حجرات میں ارشاد فرمایا کہ اگر رسول اکثر بات تمہاری مانتا تو تم ہلاک ہوتے

شبہ ہوا کہ بعض بات ماننے سے شاید کچھ نقصان اصحاب کا ہوا ہو کر اشارۃً مفہوم ہوتا ہے کہ اکثر امور کی تسلیم سے ہلاکت تو بعض کی تسلیم سے مضرت ہوگئی ہووے گی (تو لکن کی قید سے) مدفع کر دیا کہ چونکہ اللہ تعالیٰ تم پر رحمت فرماتا ہے تو تم کو محفوظ رکھا ہے جو امر ہوتا ہے فوراً اطلاع دے کر بچا دیتے ہیں۔ کیونکہ کفر و فسوق و عصیان کی سب کی بہ ترتیب کراہت ارشاد فرمادی ہے۔ (لطائف رشیدیہ)

تشریح سوال یہ تھا کہ آیت مبارکہ میں لکن کی قید کا کیا فائدہ ہے۔ اس کی حضرتؒ نے تشریح فرمادی۔ اس آیت کا اگلا حصہ یہ ہے۔

وکرہ الیکم الکفر والفسوق	اور نفرت ڈالدی تمہارے دل میں
والعصیان اولئک ھم	کفر اور گناہ اور نافرمانی کی وہ لوگ وہی
الراشدون۔	ہیں نیک راہ پر۔

حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانیؒ نے اپنی تفسیر میں حضرت قدس سرہٗ ہی کی تفسیر کو اختیار کیا ہے فرماتے ہیں۔

یعنی اگر تم چاہتے ہو کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام تمہاری ہر بات مانا کریں تو بڑی مشکل ہوتی لیکن اللہ کا شکر کرو کہ اس نے اپنے فضل اور احسان سے مومنین قانتین کے دلوں میں ایمان کو محبوب بنا دیا اور کفر و معصیت کی نفرت ڈالدی۔ جس سے وہ ایسی بیہودگی کے پاس بھی نہیں جا سکتے۔ جس مجمع میں اللہ کا رسول جلوہ افروز ہو وہاں کسی کی رائے کی و خواہش کی پیروی کہاں ہو سکتی ہے۔ آج گو حضور ہمارے درمیان نہیں ہیں مگر حضور کی تعلیم اور آپ کے وارث و نائب یقیناً موجود ہیں۔

صاحب تفسیر مظہری نے آیت مبارکہ کے الفاظ کی ترتیب سے ایک عجیب نکتہ پیدا کیا ہے۔ جس سے حضرت قدس سرہٗ کی تفسیر کی تائید ہو رہی ہے

ظاہر سیاق آیت یہ ہے کہ فسوق اخف ہے کفر سے اور اقبح ہے عصیان سے
پس مراد اس سے جماعت سے خروج اور ارتکاب بدعت اس درجہ تک
کہ کفر تک نہ پہونچے۔ اس کی تکفیر نہ کی جائے گی۔ پس وہ کفر سے کم درجہ کا ہے
اور جوارح کی نافرمانی سے زیادہ خبیث ہے۔ صفحہ ۲۷/۹۷

مطلب یہ ہے کہ نافرمانی میں سب سے کم درجہ فسق کا پھر ارتکاب بدعت کا اور پھر
کفر کا۔ مؤمن کے قلب میں جب ایمان کھپ جاتے تو وہ ان تینوں سے محفوظ ہو جاتا ہے
اسی کیطرف حضرت قدس سرہ نے اشارہ فرمایا ہے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي

اور ہم نے بنائے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے بیچ میں ہے

سِتَّةِ اَيَّامٍ وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ (ق)

چھ دن میں اور ہم کو نہ ہوا کچھ تکان۔

تفسیر چھ روز میں پیدا کرنے کی مصلحت بہت ہیں۔ بندہ بعض مصالح سے اگر
واقف ہو گیا تو اس میں حصر نہیں۔ بیضاوی نے لکھا ہے کہ اس میں دلیل باختیار کرنے
کی ہے یعنی بایجاب موجود ہونا۔ جو حکماء جہلاء نے کہا ہے باطل ہے۔ اور تعلیم تأنی کی بندوں
کو ہے کہ تم بھی سمجھ سوچ کر کام کیا کرو اور ہو سکتا ہے کہ یہ اشارہ ہو کہ آدمی چھ روز کاروبار
کرے اور ایک ساتواں دن عبادت کا مقرر کرے اور فراغ عن المعاش اور تعمیر معاد کے
لئے مقرر کرے۔ اور سوائے اس کے اور منافع و عبرات بھی ہوں۔ اور سورۂ قاف کی
اس آیت ما مسنا من لغوب میں اشارہ ہے کہ ہم کو خلق السمٰوٰت والارض میں کوئی
تکان نہیں ہوا۔ اور جو لمحہ میں پیدا کر ڈالتے تاہم تکان نہ تھا پھر باوصف عدم تکان کے
چھ روز میں پیدا کیا ہے تو تمہاری تأنی اور درنگ سکھانے کو یہ امر ہوا تو تم صبر کرو کفار کے

طعن پر یہ ربط تو مابعد سے ہے۔ اور ماقبل سے بھی ایسی واضح ہے کہ ہم نے پہلے بہت سی امم کو ہلاک کردیا ہے اوران کا ہلاک کیا دشوار ہے ؟ کہ سموٰت والارض کے خلق ستّۃ ایام سے بھی ہم کو لغوب نہیں لگا اور معارضہ آیت وَاذا اَرَدنا الخ کا نہایت ضعیف ہے اور تو سنو کہ تمام اشیاء کا خالق حق تعالیٰ ہی ہے پھر خلق سموٰات میں تو آپ کا شبہ ہوا۔ انسان کے نو ماہ میں پیدا ہونے کا کبھی شبہ نہیں ہوا۔ علیٰ ہذا پس مراد یہ ہے کہ جس قدر کو ہم پیدا کرنا چاہتے ہیں ایک کلمہ سے پیدا کرتے ہیں فراہمی سامان کی ضرورت نہیں سو جس قدر سموٰت سے ہم نے چاہا فوراً ہوگیا۔ پھر جتنا چاہا فوراً ہوگیا۔ علیٰ ہذا اسی واسطے بیضاوی نے کہا ہے فی ستّۃ ایام دفعات چھ دن میں چند مرتبہ اور جو یوم کی قدر چھ یوم کی مراد ہو جب بھی حرج نہیں کہ تھوڑا تھوڑا پیدا کرنا تھا۔ اسی طرح پیدا کردیا جیسا کہ تمام دنیا میں مشاہد ہے۔ زیادہ بسط میں طول ہے اور فہم کو یہ کافی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(لطائفِ رشیدیہ)

تشریح اس تفسیر میں حضرت قدس سرہ نے چند چیزیں بیان فرمائی ہیں جن کی تشریح کی جاتی ہے۔ مابعد کی آیت مبارکہ سے ربط ظاہر فرمایا ہے وہ یہ ہے

فاصبر علیٰ ما یقولون وسبح	پس کافروں کے کہنے پر صبر کیجئے اور اپنے
بحمد ربک قبل طلوع الشمس	رب کی پاکیاں بیان کر حمد کے ساتھ سورج
وقبل الغروب۔	طلوع ہونے سے اور سورج غروب ہونے سے قبل

یعنی آدمی کو چاہیئے کہ ناگوار حالات پیش آنے پر صبر کرے اور انتقام کے لئے جلدی نہ کرے کیوں کہ اللہ رب العالمین کے کاموں میں جلد بازی نہیں مثلاً خلق سموٰت والارض میں چھ دن لگا دیئے چاہتے تو آن واحد میں کر ڈالتے۔ اسی طرح ظالموں اور شریروں سے ضرور انتقام لیا جائے گا۔ اور ان کی کشتی کو بھر کر ڈبو دیا جائے گا مگر جلدی نہیں اس لئے صبر سے کام لیجئے۔ اور ایسے ناگوار حالات میں واویلا مچانا، شکایات کرنا بیکار ہے۔ بلکہ ان دونوں

وقتوں میں خدا کی حمد و ثنا کیجئے اور اسی کی طرف متوجہ رہیئے۔

یاد رہے ظلم اور شرارتوں کا واحد علاج یہی ہے کہ آدمی ان دونوں وقتوں کو خدا کی یاد سے بھر لیا کرے اگر اس نسخہ پر عمل کیا تو کامیابی ہے۔ ہمارا تجربہ ہے کہ ظالم سرمایہ دار اور شریروں کی ہلاکت اسی نسخۂ کیمیا تاثیر سے ہوئی ہے

ماقبل کی آیت مبارکہ یہ ہے۔

وکم اھلکنا قبلھم من قرن ھم	اور کتنی تباہ کر چکے ہم ان سے پہلے جماعتیں
اشد منھم بطشا فنقبوا فی	کہ ان کو قوت زبردست تھی ان سے پھر
البلاد ھل من محیص۔	کرید نے لگے شہروں میں کہیں ہے بھاگ جانے کا ٹھکانہ

لہٰذا ان کافروں کا ہلاک کرنا بھی دشوار نہیں ہے۔ کیونکہ ہم چھ دن میں تمام کائنات کو پیدا کر چکے ہیں آپ صبر سے کام لیں اور خدا کی حمد و ثنا بیان کرتے رہیں یعنی آپ اپنا کام (صبر و ذکر) کرتے رہیں اور ہم اپنا کام کریں گے۔

وَاَنۡ لَّیۡسَ لِلۡاِنۡسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی ۔ (النجم)

اور یہ کہ آدمی کو وہی ملتا ہے جو کرتا ہے۔

تفسیر مطلقاً نفع غیر کی نفی ہے۔ خواہ نیابۃً ہو خواہ ہبۃً خواہ تسبیباً اور دیگر آیات قطعیہ سے اس کے خلاف معلوم ہوتا ہے۔ مثلاً

والذین امنوا واتبعتھم	اور جو لوگ یقین لائے اور ان کی راہ پر چلی
ذریتھم بایمان الحقنا بھم	ان کی اولاد پہونچا دیا ہم نے ان تک انکی
ذریتھم وما التنھم من عملھم	اولاد اور گھٹایا نہیں ہم نے انسے انکا کیا
من شیٔ کل امریٔ بما کسب رھین۔	ذرا بھی ہر آدمی اپنی کمائی میں پھنسا ہے۔

سورہ طور کی آیت کہ آباء کے اعمال صالحہ کی وجہ سے ترقی درجات اولاد کی منصوص ہے
اور

واستغفر لذنبك وللمؤمنين	آپ اپنے لئے استغفار کیجئے اور
والمؤمنات.	مؤمنین اور مؤمنات کیلئے

بسبب استغفار کسی کے رفع سیئات اور رفع درجات منصوص ہے۔ پس قطعی کو قطعی سے یہاں سے مقید کرنا ہے اور وصول ثواب عبادت مالیہ کا مجمع علیہ تمام امت مقبولہ کا ہے اور اس کے اثبات میں احادیث کثیرہ کہ حد تواتر معنوی کو پہونچ گئی ہیں۔ موجود ہیں۔ اور وصول ثواب بدنیہ میں بھی روایات کثیرہ ہیں کہ اگر جمع کی جاویں تو تواتر کو پہونچ جاویں سوا ایسے موقع پر قطعی کو قطعی سے تخصیص یا نسخ کیا گیا ہے۔ آیت ہو یا حدیث متواتر و مشہور خلاف مسئلہ سماع موتی کے اور مسئلہ بکاء علی المیت کے کہ وہاں بمقابلہ قطعی خاص و عام کے خبر واحد ہوئی لہذا وہاں خبر واحد میں تاویل کی گئی۔ دونوں میں فرق ظاہر ہے۔ معہذا آیت ان الانسان الخ کا ایسا ترجمہ ہو سکتا ہے کہ حاجت تقلید کی نہ ہو۔ کہ ماسعیٰ مطلق ہے اس سے کہ خود سعی ہو یا باعث نفع عمل غیر کا ہو۔ یعنی اسلام و ایمان کہ اگر سعی ایمانی اسلامی ہے تو دوسرے کے عمل سے نفع ہو ویگا: ورنہ حالت کفر میں نہ ہو ویگا چنانچہ یہ ترجمہ بعض مفسرین نے لکھا ہے۔ اور آیت

یوم لا ینفع مال ولا بنون الا	اور جس دن نہ نفع دیں گے مال اور نہ
من اتی اللہ بقلب سلیم.	اولاد مگر جو آیا اللہ کے پاس قلب سلیم لیکر۔

سے یہ واضح ہوتا ہے پس جب معنی اس آیت کے یہ ہوئے تو اس آیت میں انسان سے مراد کافر ہو گیا۔ اور ماسبق میں کافر کو ہی خطاب بھی ہے۔ بہر حال اس آیت کا مسلک دیگر ہے اور آیت سماع و بکاء کا طریق دیگر ہے۔ (لطائف رشیدیہ)

تشریح آیت مبارکہ سے قبل والی آیت یہ ہے

ان لا تزر وازرۃ وزر اخری	یہ کہ نہ اٹھائے گا کوئی اٹھانے والا بوجھ دوسرے کا

اس کے اوپر عطف ہے وان الخ اور شروع سے کلام میں خطاب کافروں سے ۔ ہو رہا ہے۔ جس کی بناپر ربیع بن انس نے بھی کہا ہے کہ مراد انسان سے کافر ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے لام بمعنی علیٰ ہے اسی کے ساتھ حضرت قدس سرہٗ نے جو توجیہ فرمائی ہے وہ اپنی جگہ اتنی محکم ہے کہ کسی توجیہ کا خلاف لازم نہیں آتا۔ پھر اس کی اصل تفسیر مظہری میں بھی مذکور ہے

ان انتفاع المؤمن بسعی غیرہ	مؤمن کا دوسرے کی سعی سے فائدہ
مبنی علی ایمانہ ۔ صفحہ ۱۳۰ / ۹ ج	اٹھانا اس کے ایمان پر مبنی ہے ۔

علامہ جلال الدین سیوطی نے اسی پر اجماع نقل کیا ہے۔

وقد نقل غیر واحد الاجماع	بکثرت حضرات نے اجماع نقل کیا
علی ان الدعا ینفع المیت	ہے کہ میت کو دعا سے فائدہ ہوتا ہے
ودلیلہ من القرآن قولہ تعالیٰ	اور اسکی دلیل قرآن پاک کی آیت
والذین جاؤ من بعدھم	ہے۔ وَالَّذِیْنَ جَآءُوْ ۔
یقولون ربنا اغفر لنا ولاخواننا	
الذین سبقونا بالایمان	

مظہری صفحہ ۱۲۶ / ۹ ج

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰی جَبَلٍ لَّرَاَیْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا

اگر ہم اتارتے یہ قرآن ایک پہاڑ پر تو دیکھ لیتا کہ وہ دب جاتا پھٹ جاتا

مِّنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ ؕ (الحشر)

اللہ کے ڈر سے ۔

تفسیر اس کے معنی یہ ہیں جیسے احکام قرآنی بشر پر نازل ہوئے ہیں۔ اگر یہ حکم جبل پر نازل ہو جاتا اور اس کو متکلف بنایا جاتا تو اس کا خشیۃ باری تعالیٰ سے یہ حال

ہوتا کہ وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا پس انسان باوجودیکہ احساس اور ادراک میں اس سے بہت زیادہ ہے۔ مگر اس کو اس قدر غفلت ہے۔ کہ اصلاً اثر نہیں ہوتا۔ اس پر یہ استبعاد کہ انسان پر باوجود حواس عشرہ ظاہریہ و باطنیہ کے اثر نہیں ہوتا بے محل ہے۔ اس لئے کہ انسان پر اگر غفلت و قساوت کا پردہ نہ ڈالا جاتا تو بیشک وہ اس سے بھی زیادہ ہوتا مگر چونکہ اس میں جبل کے برخلاف شہوات وغیرہ کو غالب کر دیا اس لئے وہ برداشت کر لیتا ہے اور جب قساوت و غفلت کم ہوتی ہے تو انسان کی حالت بھی قابو میں نہیں رہتی۔ چنانچہ بہت سے اکابر کے حالات اس قسم کے مشہور ہیں کہ قرآن کریم سن کر ان کا کیا حال ہوا۔ حتی کہ بہت سے اسی وقت مر گئے ہیں۔ جن مقربان بارگاہ کو باوجود حضور قلب و حصول تدبر و تفکر کے پھر بھی تغیر نہیں ہوتا تو یہ حق تعالیٰ کی طرف سے ان کو قوت و ثبات و استقلال جو عطا ہوتا ہے اس کی برکت و سبب ہے اور یہ کہنا کہ جبل وغیرہ کو اصلاً احساس نہیں اصول اسلامیہ کے خلاف ہے۔ اور واقف احادیث نبویہ ان اشیاء میں ایک قسم کے ادراک کا انکار نہ کرے گا۔ حق تعالیٰ نے ان جملہ اشیاء میں ایک قسم کا ادراک و احساس رکھا ہے۔ اگرچہ وہ ادراک اس قسم کا نہ ہو کہ انسان و ملائکہ و جن کو دیا گیا ہے مگر وہ اپنے اس نوع ادراک سے بوجہ اپنی قوت و خشیہ کے اور نہ ہونے قساوت کے اور نہ ہونے اس قوت کے جو بشر میں رکھی گئی ہے۔ اگر اس پر قرآن نازل کیا جاتا تو ہرگز اس کی برداشت نہ کرتا۔ اور بعض مفسرین نے یہ بھی فرمایا ہے کہ معنی یہ ہیں کہ اگر جبل کو ادراک دیا جاتا جو انسان کو دیا گیا ہے۔ تب اس کا یہ حال ہوتا پس اگر یہ معنی لئے جاویں تب تو کوئی اشکال ہی وارد نہیں ہوتا۔

اور بندہ بوجہ معذوری چشماں کے بسط جواب سے معذور ہے۔

(فتاویٰ رشیدیہ)

(سنہ ۱۳۱۶ھ)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ

اے ایمان والو! جب اذان ہو نماز کی جمعہ کے دن

فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ (الجمعة)

تو دوڑو اللہ کی یاد کو اور چھوڑ دو خرید و فروخت۔

تفسیر

اتقان میں ہے

سورة الجمعة الصحيح انها	سورہ جمعہ۔ صحیح یہ ہے کہ وہ مدنی ہے
مدنية كما روى البخاري عن	جیسا کہ بخاری نے حضرت ابو ہریرہؓ سے
ابي هريرة قال كنا جلوسا عند	روایت کیا ہے کہ ہم حضور صلعم کے پاس
النبي صلى الله عليه وسلم فانزلت	بیٹھے تھے۔ کہ آپ پر سورہ جمعہ اخرین منهم
عليه سورة الجمعة واخرين	نازل ہوئی تو میں نے دریافت کیا حضور وہ
منهم لما يلحقوا بهم قلت	کون ہیں۔ الحدیث
من هم يا رسول الله. الحديث	یہ ظاہر ہے کہ ابو ہریرہ ہجرت کے ایک
ومعلوم ان اسلام ابي هريرة	مدت بعد مسلمان ہوئے اور آیت
بعد الهجرة بمدة وقوله يايها	یا ایها الذین هادوا یہود سے
الذين هادوا خطاب لليهود۔	خطاب ہے جو مدینہ میں تھے اور سورۃ
كانوا بالمدينة واخر السورة	کا آخری حصہ میں حالت میں ان کے
نزل في انفضاضهم حال	منتشر ہونے کا حال ہے جب قافلہ
الخطبة لما قدمت العير كما	آیا تھا جیسا کہ صحیح احادیث سے ثابت
في الاحاديث الصحيحة فثبت	ہے۔ پس ثابت ہوا کل سورہ جمعہ
انها مدنية كلها۔	مدنی ہے

پس ان روایات سے ثابت ہو چکا ہے کہ نزول آیت جمعہ کا بعد فرضیت جمعہ کے ہے

اسی آیت کے نزول سے ابتدا فرضیت جمعہ امت پر نہیں ہوئی بلکہ نزول آیت کا بعد فرضیت جمعہ کے ہے۔

بہت سے احکام اس قبیل سے ہیں کہ اول حکم نازل ہو گیا اور آیت اس باب میں بعد میں نازل ہوئی یہ آیت بھی اسی قسم میں داخل ہے۔ سیوطی اتقان میں لکھتے ہیں۔

النوع الثانی عشر ما تاخر حکمہ عن نزولہ وما تاخر نزولہ عن حکمہ۔ ومن امثلتہ ایضاً اٰیۃ الجمعۃ فرضت بمکۃ۔	بارھویں قسم وہ ہے کہ اس کا حکم نزول سے متاخر ہے اور نزول اس کے حکم سے متاخر ہے اس کی مثال آیت جمعہ ہے جو مکہ میں فرض ہوا تھا۔

پس جو علماء فرماتے ہیں کہ فرضیت جمعہ بعد ہجرت مدینہ طیبہ میں ہوئی اس آیت سے سوا گر ان کی یہ مراد ہے کہ وہ آیت جس سے فرض ہونا جمعہ کا ہم کو معلوم ہوتا ہے مدینہ میں نازل ہوئی تو یہ قول ان کا درست و بجا ہے اور اگر یہ معنی ہیں کہ جمعہ مدینہ طیبہ میں بعد ہجرت اس آیت سے ہی فرض ہوا تو اہل بصیرت پر واضح ہے کہ یہ رائے خلاف واقعہ ہے چنانچہ اوپر کی احادیث سے ظاہر ہو گیا اور یہ جو روایت ابوداؤد وغیرہ کی ہے کہ

جمع اهل مدینۃ قبل ان یقدمها رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقبل ان تنزل الجمعۃ فقالت الانصار ان للیهود یوماً یجتمعون فیہ کل سبعۃ ایام وللنصارٰی کذلک وهلم فلنجعل یوماً نجتمع فیہ فنذکر اللہ تعالٰی ونصلی ونشکرہ فجعلوہ یوم	حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے مدینہ تشریف لے جانے سے قبل اہل مدینہ جمع ہوئے انصار نے کہا کہ یہود کے جمع ہونے کا بھی دن ہے اور نصارٰی کے جمع ہونے کا بھی دن ہے۔ اب ہم بھی ایک دن مقرر کریں گے جس میں سب جمع ہو کر اللہ کا ذکر۔ نماز اور اس کا شکر ادا کریں گے۔ چنانچہ اس کے لئے انھوں نے

المعربة واجتمعوا اسعد بن	یوم عروبہ مقرر کیا۔ اور سعد بن زرارہ
زرارة فصلی بھم یومئذ و	کے پاس آئے انھوں نے ان کو نماز
انزل اللہ تعالیٰ بعد ذلک	پڑھائی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے
اذا نودی للصلوٰۃ من یوم	نازل فرمایا۔ اِذَا نُودِیَ الخ
الجمعۃ۔	

سو یہ روایت عارض اس پہلی روایت کے کہ جس میں امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا باقامت جمعہ ثابت ہوتا ہے ہرگز نہیں ہے۔ کیونکہ یہ اجتماع انصار کا از رائے خود قبل امر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تھا۔ اور وہ صلوٰۃ نفلاً تھی۔ اس کے سبب سے انھوں نے فرض ظہر ترک نہ کیا تھا۔ کیوں کہ یہ کیسے ہو سکتا تھا۔ کہ اپنی رائے سے ایک امر ایجاد کر کے فریضہ حق تعالیٰ کو چھوڑ بیٹھتے۔ اور بعد امر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فریضہ جمعہ دو رکعت پڑھی گئی۔ اور اس کو مسقط ظہر ٹھہرایا گیا۔ پس ان دونوں واقعوں میں کچھ مخالفت اور تعارض نہیں۔

الحاصل محقق ہو گیا کہ فرضیت جمعہ مکہ میں ہو چکی تھی اور مکہ معظمہ میں اقامت سے تعذر رہا۔ اور مدینہ طیبہ میں کہ مصر تھا اور مسلمانوں کو تمکن اقامت جمعہ کا تھا۔ جمعہ بامر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جاری رہا اور جو مواقع محل اقامت جمعہ نہ تھے مثل عوالی، قبا وغیرہ وہاں جمعہ جاری نہیں ہوا۔ حالانکہ وہاں بہت .... مسلمان مقیم تھے اور نہ کبھی بعد میں وہاں جمعہ پڑھا گیا۔

اور بعض اوقات اطلاق قریہ کا باعتبار اس کے معنی لغوی "اجتماع" کے مدینہ پر بھی ہو جاتا ہے۔

وقالوا لولا انزل ھذا القرآن	کہتے ہیں کہ کیونکر نہیں نازل کیا گیا یہ
علی رجل من القریتین عظیم	قرآن دو شہروں کے کسی بڑے آدمی پر۔

یعنی مکہ اور طائف اور اگر تسلیم ہی کر لیا جاوے کہ جواثی قریہ تھا تو یہ کیسے معلوم ہوا

کہ اہل جواثی نے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اجازت واذن سے وہاں جمعہ ادا کیا تھا اور آپ کو اس کی اطلاع ہو کہ آپ نے اس کی تقریر بھی فرمادی ہو آج تک یہ کسی سے ثابت نہیں ہوا ہے کہ یہ فعل ان کا باذن واجازت آپ کے تھا اگر کسی کو دعویٰ ہو کہ تو صراحۃً اجازت آپ کی کسی صحیح حدیث سے ثابت کرے

عن ابن عباس اول جمعة جمعت فی الاسلام بعد جمعة جمعت فی مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی مسجد عبد القیس بجواثی من البحرین

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں پہلا جمعہ اسلام میں جو بعد مسجد نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے جمعہ کے قائم ہوا ہے وہ بحرین کے قریہ جواثی میں ہوا ہے۔

اور حاصل اس کا یہ ہے کہ اگرچہ یہاں اذن بھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا نہ ہو۔ یا کسی نے خبر اس اقامت کی آپ کو نہ دی ہو تا کہ آپ کی تقریر اور سکوت موجب جواز ٹھہرائی جاوئے۔ مگر آپ کی حیات میں اہل جواثی نے یہ اقامت جمعہ کی تھی۔ تو اگر یہ اقامت ناجائز ہوتی تو بالضرور بذریعہ وحی کے آپ کو اطلاع دی جاتی اور آپ اس کو منع فرماتے۔

اب بندہ عرض کرتا ہے کہ جو امر صحابہ نے اپنی رائے سے بدون علم واطلاع رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عمل درآمد فرمایا اور اس کی ممانعت میں نزول وحی نہ ہوا تو اس امر کے جواز کی دو شرطیں ہیں۔ ایک یہ کہ اس میں کوئی نص کوئی ممانعت کی نہ ہو دوسرے یہ کہ عامہ صحابہ اس پر تعامل فرمادیں نہ چند نفر اصحاب۔ اگر کوئی نص ممانعت کی موجود ہو تو ہرگز صحابہ کا تعامل معتبر نہ ہوگا۔ بمقابلہ نص صحیح صریح کے۔ اور نہ یہاں ضرورت نزول وحی کی ہوگی کہ وہ نص ممانعت خود بمنزلہ وحی موجود ہے۔ چنانچہ سبب

پر دارصحیح ہے۔ اور اگر بدون اطلاع نص کے اکثر صحابہ نے بھی کوئی عمل کیا اور اس پر انکار کیا گیا تو وہ بھی قابل اعتماد کے نہ ہوگا۔ اور ضرورت نزول وحی کی نہ ہوگی۔ کیونکہ قول و فعل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا مثل وحی کے ہے۔

الحاصل نہ اقوال صحابہ میں اختلاف ہے اور نہ رجوع الی المرفوع سے جواز اقامت قریٰ ثابت ہے۔ پس مذہب حنفیہ پر کسی طرح اشکال نہیں ہے۔ البتہ نظر غائر درکار ہے اور بس۔

(ملخصاً از اوثق العریٰ)

اِرشادات واِستنباط

۱۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حق تعالیٰ شانہٗ سے دعا کی تھی۔

واحلل عقدۃ من لسانی — میری زبان کی گرہ کھول دیجئے کہ وہ

یفقھوا قولی۔ — میری بات سمجھ لیں۔

اللہ تعالیٰ کیطرف سے ارشاد ہوا۔

اوتیت سؤلک یا موسیٰ — اے موسیٰ ہم نے آپکو آپکا مانگا عطا کیا

حضرت قدس سرہٗ سے دریافت کیا گیا؟ لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان میں لکنت تھی ضغطہ زبان کے باعث رانوں پر جوش غضب میں ہاتھ مارا کرتے تھے حضرت قدس سرہٗ نے فوراً جواب ارشاد فرمایا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا ہی ناتمام تھی۔ خود ہی اس کا سوال کیا تھا کہ اتنی گرہ کھول کہ لوگ بات کو سمجھنے لگیں۔ سو عطا ہو گئی۔ پس جو بات کہتے گو بدقت کہتے مگر لوگ سمجھ ضرور لیتے تھے کہ کیا کہہ رہے ہیں۔ اگر یفقھوا قولی نہ کہتے تو دعا تام ہوتی اور ساری لکنت جاتی رہتی۔ (تذکرۃ الرشید)

۲۔ دریافت کیا گیا کہ مبتدعین مردوں کو فاتحہ وغیرہ کا ایصال ثواب کرتے ہیں تو کیا اس کا مردوں کو ثواب پہونچتا ہے۔ ارشاد فرمایا۔

اصل قرأت قرآن پاک کا ثواب کیوں نہ پہونچے گا اگرچہ اور زائد امور کا گناہ بھی ہو۔

فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا — جو ذرہ برابر خیر کرے گا اس کو پائیگا

یرہٗ۔

۴۳:۔ ایک صاحب نے دریافت کیا کہ اگر رات کا وظیفہ شب کو نہ ادا ہو تو دن میں قضا کرنے سے وہی ثواب ملے گا۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔

کیوں نہیں؟ ضرور ملے گا۔

ھوالذی جعل اللیل والنھار	وہی ہے جس نے کیا ہے رات اور
خلفۃ لمن اراد ان یذکر او	دن کو ایک دوسرے کا خلیفہ اس کے
اراد شکورا	لئے جو چاہتا یاد کرنا یا چاہتا ہے شکر کرنا

(تذکرۃ الرشید)

۴۴:۔ ایک مرتبہ مندرجہ ذیل آیت کے بارے میں ارشاد فرمایا

ءانتم تزرعونہ ام نحن	کیا تم کھیتی کرتے ہو یا ہم کھیتی کرنے
الزارعون لونشاء لجعلناہ	والے ہیں۔ اگر ہم چاہیں تو اس کو
حطاما۔	سکھا دیں۔

اور دوسری آیت میں ہے۔

ءانتم انزلتموہ من المزن	کیا تم پانی برساتے ہو یا ہم آسمان
ام نحن المنزلون لونشاء	سے پانی برساتے ہیں۔ اگر ہم چاہیں تو
جعلناہ اجاجا۔	پانی کے ریلے کر دیں۔

پہلی آیت میں لجعلناہ لام کے ساتھ فرمایا ہے اور دوسری آیت میں جعلناہ بغیر لام کے اس میں فصاحت تامہ ملحوظ ہے کہ زراعت میں فی الجملہ انسان کو مداخلت ہے۔ پس خطرہ پائیداری تھا اور آدمی سمجھ سکتا تھا کہ جو اناج، غلہ کھیتی باڑی میری محنت و کاشتکاری سے پیدا ہوا ہے اسکو اپنی حفاظت سے محفوظ اور باقی رکھ سکتا ہوں۔ اس کا رفع حرف تاکید لام سے فرمایا۔ کہ آدمی سے کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ ہم چاہیں تو اس کو ملیا میٹ بیکار بنا دیں! اور انزال مطر میں کسی طرح انسانی فعل کو دخل نہیں ہے۔ اس لئے تاکید کی حاجت نہیں ہے۔

کیوں کہ اس کی حفاظت اور قابل انتفاع رکھنے کا انسان کو اپنی ناچاری کے باعث اس کو واہمہ بھی نہیں ہو سکتا۔ اگر بارش نہ ہو تو آسمان کو بیٹھا تکا کرے۔ یا پانی شور ہو جائے تو ہاتھ ملتا پھرے۔ کوئی تدبیر اور علاج نہ ہو سکے۔

۵:۔ اما السائل فلا تنہر۔ الآیۃ — سائل کو جھڑکو مت۔

اس آیت کے متعلق ارشاد فرمایا۔ لوگ یہ معنی لیتے ہیں کہ بھیک دیدو۔ بھلا فلا تنہر سے دینا کہاں ثابت ہوگیا۔ اس کے علاوہ ذرا پچھلے مضمون پر تو غور کرلیں کیا بیان ہو رہا ہے۔

الم یجدک یتیما فاوٰی و — کیا نہیں پایا آپ کو یتیم کہ ٹھکانا دیا اور

وجدک ضالا فھدٰی — پایا آپ کو کہ راستہ معلوم نہ تھا پس رہبری کی

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر احسان کا اظہار ہے کہ تم یتیم تھے ہم نے تمہیں ٹھکانا دیا، فقیر تھے غنی بنا دیا آگے حکم ہے پس یتیم پر قہر نہ کرنا کیونکہ قدر سمجھ چکے ہو۔ اور فقیر کو جھڑکنا مت کیونکہ تنگدستی اور فقر کا زمانہ دیکھ کر اندازہ کر چکے ہو۔ (تذکرۃ الرشید)

۶:۔ اس آیت کے تحت ارشاد فرمایا

وما کنا معذبین حتی نبعث — اور جب تک کسی رسول کو نہ بھیجیں

رسولا۔ — ہم عذاب نہیں کرتے۔

اگر جبلی کفر پر مواخذہ ہوتا تو عالم ارواح ہی میں سب کو عذاب شروع ہوتا اور اطفال مشرکین کو بھی عذاب ہوتا۔ اور یہ نہ فرماتے۔ وما کنا الخ۔

۷:۔ الیوم اکملت لکم — آج میں نے تمہارے لئے تمہارا

دینکم۔ الآیۃ — دین کامل کر دیا۔

ارشاد فرمایا۔ تکمیل دین کی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہو چکی ہے۔ بایں معنی کہ نصوص کلیہ ایسی نازل فرمائی گئیں کہ ان نصوص سے تمام جزئیات دین کی جو قیامت تک پیش آئیں نکل سکتی ہیں۔ اگرچہ تصریح جزئیات کی نصوص میں مذکور نہیں پس بایں معنی تکمیل دین

ہو چکی اور اخراج واستنباط جزئیات کا جو نص میں مصرح مذکور نہیں بعد میں مجتہدین اور علما نے کیا۔ (تذکرۃ الرشید)

۸:۔ یہ دیکھو چمبل کے گھاٹ پاٹ ڈوبیں پتھر ترائیں۔

فرمایا۔ پاٹ سنگ رقیق کو کہتے ہیں جو بڑے پتھر پر سے جدے ہو جاتے ہیں اور مثل اوراق کے ہوتے ہیں مطلب یہ ہے دریائے چمبل کے گھاٹ پر جا کر دیکھو عجب صورت الٰہی ظاہر ہو رہی ہے کہ باریک پتھر ڈوبتے ہیں اور موٹے بھاری پتھر تیرتے ہیں اور پانی کے اوپر کو جاتے ہیں۔ پس یہ اشارہ ہے قول باری تعالیٰ کی طرف۔

فمن ثقلت موازینہٗ فاولٰئک هم المفلحون۔ — پس وہ شخص کہ بوجھل ہوا اس کا پلڑا پس وہی ہیں کامیاب۔

(تذکرۃ الرشید)

۹:۔ سالکین کو ارشاد فرمایا کرتے تھے۔

لئن شکرتم لازیدنّکم — اگر تم نے شکر کیا تو تم کو زیادہ عطا ہوگا

جتنا بھی ہو سکے کرو۔ حق تعالیٰ کا شکر ادا کرو اس سے ترقی ہوگی۔

۱۰:۔ یسبح للہ مافی السمٰوٰت و الارض۔ — زمین و آسمان میں جو کچھ ہے سب اللہ کی تسبیح کرتے ہیں۔

اس میں لفظ ما عام ہے ذی روح اور غیر ذی روح کو۔ جمیع اشیاء حق تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہیں یہانتک کہ چیونٹی اپنے بھٹ میں اور حالت اکثر سالکوں پر منکشف بھی ہوتی ہے کہ ہر چیز سے اللہ کا ذکر نکل رہا ہے۔ لیکن انسان ہی ایسا کم ظرف ہے۔ کہ ایک دو دن ذکر کر کے پھول جاتا ہے۔ اور یوں سمجھنے لگتا ہے کہ میں کچھ ہو گیا ہوں۔ کچھ انوار معلوم ہوئے اور کہدیا کہ میں بھی کسی مرتبہ پر پہونچ گیا ہوں۔ یاد رکھو ایسے خیالات مردود بارگاہ بنا دیتے ہیں۔

(تذکرۃ الرشید)

یہاں تک حضرت قدس سرہٗ کے وہ ارشادات ہیں جو آپ نے ارشاد فرمائے ان میں بالالفاظ ہونا تو دشوار رہے ہاں بالمعنی ضرور ہیں۔ ذیل میں آپ کے استنباطؒ پیش ہیں جو آپ نے قرآنی آیت کو کسی میں بطور استدلال تحریر فرمایا ہے۔

استنباط و دلائل

حرمت تقیہ مندرجہ ذیل آیات کا ترجمہ اور مطلب اور وجہ استدلال حضرت قدس سرہٗ کے قلم سے پیش ہیں۔

۱۔ ان الذین توفھم الملائکۃ	بیشک وہ لوگ کہ قبض ارواح کی ان
ظالمی انفسھم قالوا فیم کنتم	کی فرشتوں نے اس حال میں کہ ظلم کر رہے
قالوا کنا مستضعفین فی	تھے وہ اپنی جانوں پر یعنی ظاہر میں مسلمان
الارض قالوا الم تکن ارض	بنے ہوئے تھے بخوف کفار تو کہا فرشتوں
اللہ واسعۃ فتھاجروا فیھا	نے۔ تم کس حال میں تھے۔ کہا انھوں نے
فاولئک ماوٰھم جھنم وساءت	ہم ضعیف تھے دنیا میں کمزور۔ کہا فرشتوں
مصیرًا	نے کیا اللہ کی زمین میں گنجائش نہ تھی کہ تم

ہجرت کر جاتے وہاں سے کہیں اور پس وہ لوگ ٹھکانا ان کا جہنم ہے بُرا ٹھکانا۔

خود حق تعالیٰ نے قرآن شریف میں اس تقیہ ساختہ پرداختہ شیعہ کو حرام فرمایا ہے اس سے وجہ استدلال ہے کہ شیعہ حضرات کے علماء کہتے ہیں کہ تقیہ ائمہ پر واجب تھا۔ حضرت قدس سرہٗ نے اس کا جواب دیا کہ اس آیت میں اس کی حرمت مذکور ہے اس لئے کہ جن محصورین مکہ نے اللہ کے سامنے یہ عذر رکھا کہ ہم کمزور تھے کچھ نہیں کر سکتے تھے۔ ان سے خطاب ہے اور ان کا ٹھکانا دوزخ قرار دیا ہے۔

۲۔ ام حسبتم ان تدخلوا الجنۃ	کیا گمان کیا ہے تم نے کہ داخل ہو گے
ولما یاتکم مثل الذین خلوا	تم جنت اور نہ آئی تم پر مثل پہلوں کی
من قبلکم مستھم الباساء	کہ لگی ان کو تکالیف شقتیں اور ہلا دیئے
والضراء و زلزلوا حتی یقول	گئے یہاں تک کہ کہہ پڑے رسول اور اس
الرسول والذین اٰمنوا معہ	کے ساتھ کے مومن کب آویگی نصرت
متٰی نصر اللہ الا ان نصر اللہ	اللہ کی۔ ہوشیار ہو جاؤ نصرت اللہ
قریب۔	کی قریب آتی ہے۔
۳۔ ام حسبتم ان تدخلوا الجنۃ و	کیا گمان کرتے ہو کہ جنت میں جاؤ گے
لما یعلم اللہ الذین جاھدوا	تم اور نہ ظاہر جان لے مجاہدین کو تم میں سے
منکم و یعلم الصابرین	اللہ اور ظاہر جان لے صابروں کو تم میں سے

سوائے اس کے بہت آیات ہیں اگر عقل اور آنکھ ہو تو قرآن شریف ہر ہر شخص کے پاس موجود ہے۔ دیکھ لو کے مومن کو تو یہی تین آیت بس ہیں۔ (ھدایۃ الشیعہ)

ف۔ ان تین آیات کے ذکر کرنے سے حضرت قدس سرہ کا منشا یہ ہے کہ وہ مذہب شیعہ کے رکن اعظم تقیہ کی حرمت کو ثابت کر رہے ہیں۔ کیونکہ ان حضرات کا کہنا یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دیگر ائمہ تقیہ کیوجہ سے خاموش رہے۔ ورنہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مستحق خلافت وہی تھے۔

پہلی آیت سے وجہ استدلال ظاہر کر دی گئی۔ دوسری اور تیسری آیت سے وجہ استدلال یہ ہے کہ اللہ کے مخلص اور مومن بندے مصائب اور آلام میں گرفتار ہونے سے گھبرایا نہیں کرتے بلکہ راہ حق اور اعلان حق میں ان پر جو بھی مصیبتیں آتی ہیں ان کو برداشت کرتے ہیں۔ چنانچہ انبیاء و مومنین و سابقین کی سیر مقدسہ میں یہ چیز نہایت واضح طور پر ملتی ہے۔ اس لئے حضرت علی محض مصائب سے گھبرا کر کیوں تقیہ کرتے؟ حضرت قدس سرہ

ایک جگہ ارشاد فرماتے ہیں۔

فی الحقیقت یہ نہایت چرپوز عذر ہے کہ کیوں کہ اگر تقیہ واجب ہوتا تو اول تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ اظہار اسلام و اظہار حق میں تکالیف اٹھائیں کسی شیعہ پر مخفی نہیں سو چاہئے کہ معاذ اللہ حسب قاعدہ اہل تشیع خود رسول اللہ ہی عاصی و فاسق ہوئے۔ (ھدایۃ الشیعہ)

صحابی کی تعریف اہل سنت والجماعت کے نزدیک تو صحابی اسکو کہتے ہیں جو باسلام خدمت اقدس سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا اور بایمان انتقال ہوا۔ اور جو مرتد ہو کر مرا اسکو صحابی نہیں کہتے۔ مگر شیعہ حضرات کہتے ہیں ایسے صحابی چار یا پانچ شخص تھے۔ بلکہ منافق تھے یا بعد وفات حضرت کے مرتد ہوگئے تھے حضرت قدس سرہٗ نے استدلال فرمایا۔

والسابقون الاولون من المهاجرين	اور سب سابقین اولین مہاجرین والنصار
والانصار والذين اتبعوا هم	اور جو لوگ ان کے تابع ہوئے نیکی کیساتھ
باحسان رضی الله عنهم ورضوا	اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی اور
عنه واعد لهم جنت تجري تحتها	تیار کیا ہے اللہ نے ان کے واسطے جنات
الانهار خلدين فيها ابدا	بہتی نیچے ان کے نہریں ہمیشہ رہیں گے اس
ذلك الفوز العظيم	میں یہ ہے بڑی مراد پانی۔

اور معلوم اہل شیعہ کو ہے الف لام جمع پر معنی استغراق و عموم کے دیتا ہے تو واضح ہوگیا کہ حق تعالیٰ سب مہاجرین والنصار کو بشارت اپنی رضامندی اور جنت کی دیتا ہے۔ تو اب نفاق یا ارتداد مہاجرین والنصار کا کیوں کر احتمال ہو سکتا ہے۔

الغرض اس آیت قرآن شریف سے سب مہاجرین والنصار کا جنتی ہونا اور صحابی بمعنی خاص ہونا اور ایمان پر انتقال کرنا بیّن ہے۔ (ھدایۃ الشیعہ)

۲- رضی اللہ عن المؤمنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ فعلم مافی قلوبھم فانزل السکینۃ علیھم۔

البتہ راضی ہوا اللہ تعالیٰ مومنین سے جب بیعت کی انھوں نے تحت شجرہ پس جانا جو کچھ ان کے دل میں تھا پس اتاری سکینہ اور رحمت ان پر۔

اب شیعہ آنکھ کھول کر دیکھ لیں کہ تحت شجرہ بیعت کرنے والے مہاجرین وانصار تھے یا کوئی اور لوگ تھے اور آخر سورت تک دیکھو کیا کیا وعدہ مغفرت اور نصرت کے اور صفات ان کے کمالات کے مذکور ہیں۔

۳- وان طائفتان من المؤمنین اقتتلوا فاصلحوا بینھما۔

اگر دو طائفہ مومنین کے آپس میں مقابلہ کریں تو ان میں صلح کرادو۔

تو حق تعالیٰ باوصف مقاتلہ باہمی کے ان کو مومنین کہہ کر تعبیر فرماتا ہے۔

ترکہ رسول صلعم

۱- ما افاء اللہ علیٰ رسولہ فللہ وللرسول و لذی القربیٰ والیتمیٰ والمسکین وابن السبیل کی لا یکون دولۃ بین الاغنیاء منکم (الحشر)

جو کچھ کہ کیا اللہ نے اپنے رسول پر وہ اللہ کا ہے۔ اور رسول کا اور قرابت والوں کا اور یتیموں کا اور مسافروں مسکینوں کا تاکہ نہ ہو جائے برتاؤ دولت مندوں کا۔

جو کچھ حق تعالیٰ نے بیان کیا ہے مصرف بیان کیا ہے کہ اس کے مستحق یہ لوگ ہیں اگر ملک ان لوگوں کی ہوتی تو حضرت ان پر تقسیم زمین کر دیتے اور آپ نے نہیں کی۔ بہرحال یہ معنی استحقاق و نفع ہے کہ اس کا محصول بیت المال میں رہے۔ اور ان مستحقوں پر صرف کیا جاوے جیسا دستور بیت المال کا ہے۔ سو جب ملک ہی کی آپ کی ان اشیاء میں نہ تھی پھر میراث کیوں کر جاری ہو اور اگر تسلیم کیا ہم نے ملک ہی حضرت کی تھی تو بھی سنو

...آیت۔

یوصیکم اللہ الخ   اللہ تم کو وصیت کرتا ہے۔

جس میں مسائل میراث مذکور ہیں حق تعالیٰ نے بزبان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امت کو خطاب کیا ہے۔ اس میں ذات پاک حضرت کی داخل نہیں دیکھو کہ اول شروع سورت سے حق تعالیٰ نے ایسے ہی احکام ارشاد کیئے ہیں۔ جو خاص امت کے حق میں ہے۔ اور حضرت رسالت مآب کو اس میں داخل نہیں فرمایا۔ کہ دو یتیموں کو مال ان کے اور مت لو بھلا ان کا اپنے برے کے بدلے اور مت کھا جاؤ مال ان کا اپنے مال میں ملاکر۔ اور اگر خوف ہو کہ عدل نہ کرسکو گے یتیموں کے حق میں تو اور عورتیں نکاح میں لاؤ دو سے چار تک اور سوائے اس کے سب احکام کو دیکھو پھر منع کرنا یتیموں کا مال کھانے سے اور چار عورتوں سے زیادہ نکاح کرنے سے اور دیگر سب امور حضرت رسالت مآب کے حق میں صحیح نہیں ہو سکتا۔ کیوں کہ حضرت کو چار سے زیادہ بھی نکاح درست تھے ایسا ہی حکم وصیت میراث ہے۔ کہ آپ کے حق میں یہ حکم نہیں۔ یا بایں وجہ کہ آپ کی کچھ ہی نہ تھی۔   (هدایۃ الشیعہ)

مشروعیت اجماع اجماع دلیل شرعی ہے۔ یہ کس آیت سے ثابت ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں۔

ومن یشاقق الرسول من بعد	اور جو شخص مخالفت کرے رسول کی بعد
ماتبین لہ الھدیٰ ویتبع	ظاہر ہونے ہدایت کے اور تابع ہو غیر
غیر سبیل المؤمنین نولہ	راہ مومنین کے ہم حوالہ کریں گے
ماتولیٰ ونصلہ جہنم وساءت	جسکو اس نے لیا اور داخل کریں گے جہنم
مصیرًا۔	میں اور وہ برے ٹھکانے پہونچا۔

سب مؤمنین کی مخالفت کو حق تعالیٰ نے حرام فرمایا یہ اجماع ہی ہے

تبلیغ رسالت یایھا الرسول بلغ   اے رسول پہونچادے جو کچھ اتارا گیا

ما انزل الیک من ربک
وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ
واللہ یعصمک من الناس۔

تیری طرف تیرے رب کی طرف سے اور جو نہ کریگا تو نہیں پہونچایا ہوگا تو نے اسکی رسالت کو اور اللہ نگاہ رکھے گا تجھکو لوگوں سے

علم غیب کی نفی

قل ما ادری
مایفعل بی ولا بکم۔

کہدے نہیں جانتا میں کیا کیا جاوے میرے ساتھ اور تمہارے ساتھ۔

فرق مراتب

۱۔ ھم من خشیۃ ربہم مشفقون۔

اور وہ اللہ کے خوف سے ڈرتے رہتے ہیں۔

یہ آیت مومنین کی شان میں نازل ہوئی۔ فرشتوں کی شان میں ارشاد ہے۔

۲۔ یخافون ربہم من فوقہم

وہ اپنے رب کے اوپر سے ڈرتے رہتے ہیں

۳۔ اور شیعہ حضرات چونکہ تقیہ کے قائل ہیں اور غار سر من راہ کی طرف نظر لگائے بیٹھے ہیں اور مطمئن ہیں۔

ولا یامن مکر اللہ الا القوم
الخسرون۔

اور نہیں مامون ہوتے اللہ کی تدابیر سے مگر قوم خسارہ والی۔

(ھدایۃ الشیعہ)

رعیت ازواج

۱۔ لا یحل لک
النساء من بعد ولا ان تبدل
بھن من ازواج۔

نہیں حلال تجھکو اور عورتیں آئندہ اور نہ یہ بات کہ بدلے تو ان کے عوض اور عورتیں۔

اور حضرت نے حسب اس حکم کے ان کو تا مدت عمر گھر میں رکھا اور نکاح میں رکھا۔

۲۔ فان اللہ اعد للمحسنات
منکن اجرا عظیما۔

اور اگر تم ارادہ کرتی ہو اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کا تو اللہ تعالیٰ نے مہیا کیا ہے تمہاری نیکوں کے لئے بڑا اجر۔

اس وعدہ میں بسبب اختیار کرنے رسول اللہ کے داخل ہوگئیں۔

آیات خیار میں یہ حکم تھا کہ جو رسول اور آخرت کو اختیار کرے تو اس کو تو اجر بے شمار ملے گا اور جو دنیا کو اختیار کرے گا اس کو رخصت نہ دے دو۔ پھر ازواج نے آخرت کو اختیار کیا اور حضرت کو حکم عدم تبدیل کا ہوا تو رجوع ان کا عند اللہ معتبر رہا۔ اور وہ اجر آخرت میں داخل ہوگئیں اور منکر اس رجوع کا کافر۔ الطیبات للطیبین حق تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ جو زوجہ کسی نبی کی مرتد ہوئی نکالی گئی اور ازواج حضرت مسلمات طیبات تھیں وہ ساری عمر نبی کے ساتھ رہیں۔ اس میں اور اس میں فرق نہ جانے احمق ہے

عتاب بطور شفقت

عتاب بطور شفقت سے اللہ تعالیٰ اپنے مقبولوں کی تربیت فرماتے ہیں۔ حضرت پر چند بار عتاب ہوا ہے۔ مثلاً

۱۔ عفا اللہ عنک لم اذنت لھم (توبہ)	اللہ تعالیٰ آپ کو معاف کرے آپ نے ان کو کیوں اجازت دیدی؟
۲۔ ولا تکن للخائنین خصیما	اور آپ دغا بازوں کی طرف سے جھگڑنے والے نہ ہوں۔
۳۔ واستغفر اللہ ان اللہ کان غفورا رحیما۔ (نساء)	اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب فرمایئے بیشک وہ غفور رحیم ہے
۴۔ ماکان لنبی ان یکون لہ اسریٰ۔ الخ (انفال)	نبی کے لئے مناسب نہیں ہے کہ وہ اپنے یہاں قیدی رکھے۔
۵۔ یایھا النبی لم تحرم ما احل اللہ لک۔ (تحریم)	اے نبی آپ کیوں حرام کرتے ہیں جو آپ کے لئے حلال ہے۔

اہل سنت کے نزدیک ایسے خطاب عتاب ہیں کہ تقرب الٰہی رکھتے ہیں۔

ہمارا کام کہدینا ہے یارو۔
اب آگے چاہو تم مانو نہ مانو

(ھدایۃ الشیعہ)

عموم جنسی

ان الذین کفروا سواءٌ علیهم ءانذرتهم ام لم تنذرهم لا یؤمنون۔ — تحقیق جو لوگ کافر ہوئے برابر ہے ان پر کہ آپ ڈرائیں یا نہ ڈرائیں وہ ایمان نہ لائیں گے۔

اس میں اگرچہ لفظ موصول عام ہے مگر مراد اس سے وہی معدود چند کافر ہیں جو کہ سابق روز ازل میں کافر مقدر ہو چکے تھے جیسے ابولہب، ابوجہل وغیرہما نہ کہ کل کفار کیونکہ بعد نزول اس آیت کے لاکھوں کافر مسلمان ہوئے۔ اگر اس آیت سے عموم جنسی مراد ہوتا تو کسی طرح نہیں ہو سکتا۔ (الجمعۃ فی القریٰ)

مجالس ممنوعہ کی عدم شرکت

قد نزل علیکم فی الکتاب ان اذا سمعتم ایات اللہ یکفر بها ویستهزا بها فلا تقعدوا معهم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ انکم اذا مثلهم۔ (الآیۃ) — تمہارے اوپر کتاب اللہ میں نازل ہو چکا ہے کہ تم سنو کہ اللہ تعالیٰ کی آیات کی تکفیر اور ان کا استہزا کیا جا رہا ہے۔ تو تم ان کے پاس نہ بیٹھو! یہاں تک کہ وہ دوسری بات میں نہ لگ جائیں ورنہ تم بھی ان ہی جیسے شمار ہو گے۔

اس آیت میں شرکت جملہ مجالس ممنوعہ غیر مشروعہ و بدعات ضلالہ ثابت ہوتی ہیں یا نہیں زید کہتا ہے کہ ہرگز نہیں بلکہ مجالس کفر و استہزا کو فرمایا ہے۔ دیگر امور کو اس کے تحت داخل کرنا تحریف کلام اللہ ہے لہٰذا منقول زید صحیح ہے یا نہیں اور تفسیر معالم میں تحت آیت جو قول حضرت ضحاک منقول ہے۔

دخل فی هذہ الآیۃ کل محدث فی الدین وکل مبتدع الی یوم القیامۃ۔ — اس آیت میں ہر محدث اور بدعت جو قیامت تک ہوں داخل ہیں۔

یہ زید کے مقولے کے منافی ہے یا نہیں ؟

حضرت قدس سرہٗ نے جواب میں تحریر فرمایا۔ اس آیت سے یہ عدم شرکت مجالس غیر مشروعہ ثابت ہوتی ہے ۔ اس طرح کہ استہزار بکتاب اللہ حرام ہے۔ علیٰ ہذا بدعات خلاف حکم حرام ہیں جیساکہ ان کی شرکت کی حرمت ثابت ہوتی ہے ایسے ہی دیگر معاصی کے یہی معنی تفسیر ضحاک کے ہیں کہ کل مبتدعہ کے ساتھ بیٹھنا اور ہر بدعت کا شریک حرام ہے۔ آپ کا فہم درست ہے۔

ف ۔ راقم الحروف مرتب عرض کرتا ہے۔ کتاب اللہ سے احکامات یا تو صراحتاً ثابت ہوتے ہیں اس کو تو نص صریح اور قطعی کہا جاتا ہے۔ یا دلالۃ اور اشارۃ اور اقتضاءً ثابت ہوتے ہیں۔ آیات مندرجہ بالا میں صراحتاً اللہ تعالیٰ کی آیات کی تکفیر اور ان کا استہزار مذکور ہے جو بالکل حرام اور کفر ہے۔ اور اہلِ کفر کے افعال شنیعہ میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ لیکن حرمت کے بھی درجات ہیں۔ غور اگر کیا جائے مجالس غیر مشروعہ (جو افعال حرام کو مشتمل ہوتی ہیں) ان میں عملاً حدود خداوندی کو توڑا جاتا ہے اور احکاماتِ خداوندی کو پامال کیا جاتا ہے۔ اس اعتبار سے دلالۃً اور اقتضاءً وہ بھی تکفیر آیات اللہ اور استہزار بآیات میں داخل ہیں۔

آجکل مجالس ممنوعہ اور غیر مشروعہ کی کثرت ہے۔ غیبت۔ جھوٹ۔ افترا پردازی۔ اور نقد و تبصرہ مجالس میں عام طور پر ہوتا ہے۔ لیکن اتفاق سے موجودہ تہذیب نے اس کو گوارہ کرلیا ہے۔ جمہوریت کی بنیاد پر بہت سی تقریبات اور مجالس ایسی وجود میں آئی ہیں جن کی اسلام میں قطعاً گنجائش نہیں ہے۔ مثلاً نقاب کشائی۔ افتتاحی مجالس۔ جھنڈے کی سلامی وغیرہ۔

اگر غور کیا جائے تو یہ مجالس ذہن اور فکر پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ جس سے زندگیوں کا رخ بدل جاتا ہے۔ اور یہی چیز خطرناک ہے۔ اور اسی کی آجکل کثرت ہے۔

تبلیغی لائن سے جو کوشش ہو رہی ہے وہ قابلِ تحسین ہے اور احیائے ملت اور دعوت دین کا بہت بڑا کام ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ حقیقت یہ ہے کہ اقامت صلوٰۃ

اور اقامت دین کی جو کوشش اس راستہ سے ہو رہی ہے وہ دین کی بہت بڑی خدمت ہے۔

ایک استدلال | کانچ کی چوڑیاں، جو عورتیں پہنتی ہیں جائز ہے یا نہیں۔؟

ارشاد فرماتے ہیں۔ درست ہیں۔

قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ۔ الآیۃ

آپ فرما دیجئے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کیلئے جو زینت کی چیزیں پیدا کیں ہیں ان کو کون حرام کر سکتا ہے؟

فائدہ:۔ معلوم رہے دو چیزیں ہیں۔ زینت اور جمال۔ زینت کی اشیاء عورتوں کے لئے جائز ہیں۔ اور مردوں کے لئے حرام ہیں۔ مردوں کے لئے جمال والی چیزیں پسندیدہ ہیں مثلاً سلیقہ کا لباس۔ سلیقہ کی وضع قطع ان چیزوں کو اگر مرد اختیار کرتے ہیں تو کوئی مضائقہ نہیں درست ہے۔ البتہ زینت اختیار کرنا مردوں کے لئے جائز نہیں ہے۔

جذباتِ عقیدت

دمے از خاک مولانا بروں آ — کہ بینم روئے زیبا قد رعنا

چہ دیدی کز سرم سایہ بریدی — چہ افتاد ست کہ ما دامن کشیدی

نہ پہلویم گرفتم پاک رفتی
جفا کردی کہ زیر خاک رفتی

ختم شد

خاکروب آستانہ رشیدی
عزیز الرحمٰن غفرلہ۔ مرتب تفسیر ہذا
۳ محرم الحرام ۱۳۸۷ھ

بقیہ فہرست مضامین تفسیر رشیدی

سیرت خیر العباد از قلم مفتی عزیز الرحمن صاحب

آج تک سیرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر بے شمار کتابیں لکھی جا چکی ہیں مگر علامہ ابن قیم نے زاد المعاد جیسی کتاب لکھدی ہے ویسی اب تک کوئی کتاب نہیں لکھی جا سکی حقیقت یہ ہے کہ سیرت رسول جس چیز کا نام ہے وہ اس کتاب میں موجود ہے۔ ہم نے اس کتاب کا اردو ترجمہ نہایت محنت کے ساتھ شائع کیا ہے۔ اور ترجمہ کے ساتھ حاشیہ بھی ہے جس سے کتاب بہت زیادہ ضخیم ہو گئی ہے۔ اسی وجہ سے ہم نے اس کو قسط وار شائع کرنا شروع کیا ہے۔ دو سو صفحہ کی ایک قسط ہے۔ اس طرح امید ہے کہ بارہ اقساط میں یہ کتاب مکمل ہو گی۔ کتاب کی خصوصیات یہ ہیں۔

(١) اوپر کے حصہ میں ترجمہ اور اصل حدیث اور اہم اقوال۔

(۲) ترجمہ میں کوئی لفظ چھوڑا نہیں گیا ہے کامل اور مکمل ترجمہ ہے۔

(۳) نیچے کے حصہ میں حاشیہ اور مخصوص مباحث۔

(۴) علامہ ابن قیم نے جہاں اجمال سے کام لیا ہے حاشیہ میں اس کی پوری تفصیل ہے

(۵) فقہ واحادیث کے معرکۃ الآرا اور مفصل مباحث۔ غرضکہ یہ کتاب زاد المعاد کی قابل قدر اردو شرح ہے۔ ـــــــــ قیمت ہر دو حصہ غیر مجلد۔ سات روپیہ 7/-

ولی کامل

از قلم:۔ مفتی عزیز الرحمن صاحب

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب سے دنیائے اسلام میں کون ہے جو واقف نہیں ہے۔ ان کی تبلیغی کتابوں نے جو اصلاحی کام کیا ہے وہ کسی پر پوشیدہ نہیں ہے۔ دنیا میں جہاں تک تبلیغی کام پھیلا ہوا ہے۔ سب لوگ حضرت ممدوح سے واقف ہیں۔ اس لئے ضرورت تھی کہ ان کے تفصیلی حالات زندگی مرتب ہوں۔

چنانچہ مفتی عزیز الرحمن صاحب نے نہایت محنت کے ساتھ برس ہا برس ان کے پاس رہ کر ان کے حالات زندگی لکھے ہیں۔ کتاب چھپنے کے بعد حضرت شیخ نے خود اس کو ملاحظہ فرمایا ہے اور سنا ہے۔ جو کتاب کے مستند ہونے کی دلیل ہے۔ کتاب دو حصوں میں ہے پہلا حصہ طبع ہوچکا جس کا دوسرا اڈیشن بھی قریب الختم ہے

قیمت:۔ مجلد 5/50

دوسرا حصہ جلد تیار ہو جائے گا۔

پتہ

منیجر مدنی دار التالیف۔ بجنور ـــــــ (یوپی)